بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ انوارِ مدینہ

جلد : ۱۹ | جمادی الاوّل ۱۴۳۲ھ / اپریل ۲۰۱۱ء | شمارہ : ۴

سیّد محمود میاں
مُدیر اعلیٰ

سیّد مسعود میاں
نائب مُدیر

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۷ روپے......... سالانہ ۲۰۰ روپے
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات..... سالانہ ۷۵ ریال
بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ ۲۰ امریکی ڈالر
برطانیہ، افریقہ .... سالانہ ۲۰ ڈالر
امریکہ .... سالانہ ۲۵ ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کا اِی میل ایڈریس
E-mail: jmj786_56@hotmail.com
fatwa_abdulwahid1@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

دفتر "انوارِ مدینہ" نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور
اکاؤنٹ نمبر انوارِ مدینہ MCB (0954) 7914-2
رابطہ نمبر: 042-37726702,03334249302
جامعہ مدنیہ جدید : 042 - 35330311
خانقاہِ حامدیہ : 042 - 35330310
فون/فیکس : 042 - 37703662
رہائش "بیت الحمد" : 042 - 36152120
موبائل : 0333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۶
مسئلہ رجم	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۱۴
اَنفاسِ قدسیہ	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ	۲۷
تربیتِ اَولاد	حضرت مولانا محمد اَشرف علی صاحب تھانویؒ	۳۱
حضرت اِمام حسن بن علی رضی اللہ عنہما	حضرت مولانا شاہ معین الدین صاحب ندویؒ	۳۵
دارُالعلوم دیوبند کے مردِ دَانا ودَرویش کی رِحلت	حضرت مولانا نور عالم خلیل صاحب اَمینی	۴۲
مولانا کی کارگاہِ سیاست	جناب محمد عرفان صاحب صدیقی	۵۴
اَذان کی عظمت وشان مَد کی درازی سے ہے	جناب قاری محمد تقی الاسلام صاحب دھلوی	۵۸
دینی مسائل		۶۱
اخبار الجامعہ		۶۳

خوشخبری

آپ ماہنامہ اَنوارِ مدینہ اِنٹرنیٹ پر مندرجہ ذیل لِنک پر بھی پڑھ سکتے ہیں

http://www.4shared.com/get/FrFN3iPf/04-2011.html

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّابَعْدُ!

اَخباری اِطلاعات کے مطابق اَمریکی ریاست فلوریڈا کے شہر گینزولی میں دُنیا کی سب سے بڑی دہشت گردی کا واقعہ ہوا جہاں ملعون پادری ''وین سیب'' نے دُوسرے ملعون پادری ''ٹیری جونز'' کی نگرانی میں چرچ کے اَندر قرآن پاک کے نسخے کو (نعوذ باللہ) نذرِ آتش کردیا۔ تفصیلات کے مطابق ستمبر میں ۱۱/۹ کی برسی کے موقع پر فلوریڈا کے ایک پادری ٹیری جونز نے قرآن کریم کو (نعوذ باللہ) دہشت گرد قرار دیتے ہوئے اعلان کیا تھا کہ وہ قرآن کو سزا دے گا، اُسے پھاڑے گا، پانی میں بہائے گا، فائرنگ سکواڈ کے سامنے اُڑائے گا اور آگ میں جلائے گا اس کی ہرزہ سرائی کو عملی جامہ پہنانے کی تاریخ قریب آتے ہی ساری دُنیا میں احتجاج ہوا پاکستان میں سب سے زیادہ اِحتجاج اَور غم وغصہ کا اِظہار کیا گیا دینی وسیاسی جماعتوں نے اِس کے خلاف بھرپور آواز اُٹھائی، یوں ملعون ٹیری جونز اپنی مذموم حرکت سے فی الوقت رُک گیا۔

تاہم اُس نے اعلان کیا کہ وہ ۲۰ر مارچ ۲۰۱۱ء کو ایک جیوری بٹھائے گا اُس جیوری کے سامنے قرآن کی آیات رکھی جائیں گی، جیوری نے قرآن کو مجرم قرار دیا تو اُسے سزا دی جائے گی۔ اے ایف پی کے مطابق فلوریڈا کے ایک چھوٹے چرچ میں عیسائیوں کی جیوری نے دس منٹ تک قرآن پاک کے سزا وجزا کے حوالے

سے بحث کی جس کے بعد اُس ملعون جیوری نے خباثت کا اِظہار کرتے ہوئے (نعوذ باللہ) قرآن پاک پر مقدمہ چلایا اَور اپنے تئیں ''فردِ جرم'' عائد کرتے ہوئے (نعوذ باللہ) پھانسی کی سزا سنائی، اِس موقع پر کلام اللہ کو ایک گھنٹے تک مٹی کے تیل میں ڈبوئے رکھا گیا پھر نکال کر پیتل کے ٹرے میں چرچ کے عین درمیان رکھا گیا، چرچ کے پادری نے ملعون ٹیری جونز اَور چند دیگر ملعونوں کی موجودگی میں قرآن پاک کے نسخے کو آگ لگادی، اِس موقع پر چند لوگوں نے جلتے قرآنِ مجید کے نسخے کے ساتھ فوٹو بنوائے۔

ملعون ٹیری جونز کا کہنا ہے کہ میں نے ستمبر میں مسلمانوں کو خبردار کیا تھا کہ وہ اپنی کتاب کی حفاظت کرلیں اَور اِس کا دفاع کرلیں لیکن مجھے کوئی جواب موصول نہیں ہوا تو میں نے سوچا کہ حقیقی سزا دیئے بغیر حقیقی ٹرائل نہیں ہوسکتا اِس لیے میں نے قرآنِ پاک کو (نعوذ باللہ) سزا دے دی ہے۔

قارئین محترم! عیسائی جنونیوں کی جانب سے قرآن کریم کی توہین کا یہ واقعہ کوئی نیا نہیں ہے، ایک عرصے سے یہودی اَور عیسائی اِسلام، پیغمبر اِسلام، قرآن کریم، بیت اللہ اَور شعائر اللہ کے خلاف اپنے بغض و نفرت کا اِظہار کرتے چلے آرہے ہیں، کبھی مذہبِ اِسلام پر رکیک حملے کیے جاتے ہیں کبھی پیغمبر اِسلام حضرت محمد ﷺ کے نازیبا خاکے بنائے جاتے ہیں، کبھی بیت اللہ کے ہم شکل شراب خانے بنائے جاتے ہیں، کبھی کلمے کی توہین کی جاتی ہے اَور کبھی قرآن کریم کی بے حرمتی، اِن کے جواب میں عیسائی مشنریاں اَور حکومتیں وضاحتی بیان دیتی ہے کہ یہ بعض لوگوں کا اِنفرادی عمل ہے اِس کا عیسائیت یا حکومت سے کوئی تعلق نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اِن کی جانب سے یہ بیانات عذرِ گناہ بدتر اَز گناہ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کی طرف سے اِن ہرزہ سرائیوں کے خلاف ہونے والے ردِعمل کے جواب میں کیا کبھی اِن ممالک کے ذمہ دار اَربابِ حکومت نے کوئی عملی قدم اُٹھایا، کیا کبھی اِن مجرموں کو کوئی سزا دی، کیا کبھی اِن کے خلاف کوئی مقدمہ چلایا؟ نہیں ہرگز نہیں پھر اِس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہود و نصارٰی کے یہ ملعون پوپ یا پادری اِس قسم کی کارروائیاں اپنے اَربابِ اِقتدار کی شہ پر سوچے سمجھے منصوبے کے تحت کرتے ہیں اِس طرح مسلمانوں کے جذبات کا خون کرتے ہوئے اُن کے اِیمان واِیقان کی جانچ کرتے ہیں۔

اِن حالات کے تناظر میں پوری اُمت مسلمہ کو چاہیے کہ وہ اپنے دین واِیمان کی حفاظت، ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ اَور شعائر اللہ کی عظمت کی بقاء کے لیے اپنے تمام تر اِختلافات کو بالائے طاق رکھتے

ہوئے ایک ہو جائے اَور یہود و نصارٰی کے ناپاک عزائم کو خاک میں مِلا دے۔ اِسی کے ساتھ ہم اَمریکہ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ امریکی سرکار قرآنِ کریم کی بے اَدبی اَور توہین کا اِرتکاب کرنے والے اِن ملعون پادریوں کو قرارِ واقعی سزا دے تاکہ دوبارہ کسی کو اِس قسم کی ناپاک حرکت کی جرأت نہ ہو سکے۔

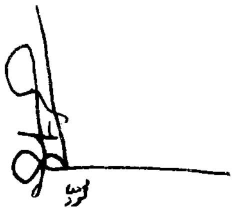

رسالہ پریس میں جانے کو تھا کہ کراچی سے یہ اَلمناک خبر آئی کہ حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحبؒ طویل علالت کے بعد ۲۱ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ/ ۲۷ مارچ ۲۰۱۱ء بروز اِتوار سہ پہر چار بجے اِنتقال فرما گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحبؒ بانیٔ جامعہ قطبِ عالم حضرت مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اَجل خلفاء میں سے تھے آپ نے ساری زندگی خدمتِ قرآن کو اَپنا اَوڑھنا بچھونا بنائے رکھا اَور تادمِ حیات اُسی سے وابستہ رہے، سینکڑوں قراء و حفاظ نے آپ سے درسِ قرآن لیا اَور حافظ و قاری بنے۔ آپ کو جامعہ مدنیہ جدید سے دِلی تعلق تھا لاہور تشریف لاتے تو جامعہ میں بھی ضرور قدم رَنجہ فرماتے۔ آپ کی وفات جہاں آپ کی صلبی اَولاد کے لیے ایک حادثہ ہے وہیں آپ کی وفات جامعہ مدنیہ جدید اَور آپ کے رُوحانی مُنتسبین کے لیے بھی بڑے حادثہ سے کم نہیں۔ اَللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اَللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے آپ کے درجات کو بلند فرمائے اَور آپ کو اَپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے، آمین۔ ۲۲ ربیع الثانی مطابق ۲۸ مارچ کو جامعہ مدنیہ جدید میں اَساتذہ اَور طلباء کی تعزیتی مجلس سے شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب نے خطاب فرمایا جس کی تفصیلات آئندہ شمارہ میں شائع کی جائیں گی، اِنشاء اللہ۔ (اِدارہ)

علٰی حبیبک خیر الخلق کلھم — درسِ حدیث — مولای صل وسلم دائماً ابداً

حضرتِ اقدس پیر و مرشد مولانا سید حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اَللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اِس فیض کو تاقیامت جاری و مقبول فرمائے۔(آمین)

حضرت معاویہؓ بعد کے عادِل حکمرانوں کے محسن ہیں۔فتح شام کی پیشنگوئی
اِسلام کے فوجی قوانین کی وجہ سے اِقتصادی مشکلات پیدا نہیں ہوتیں
مفتوحہ علاقوں کے کفار کو اِسلام لانے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا

﴿ تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

(کیسٹ نمبر 64 سائیڈ B 1987 - 01 - 23)

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلٰوۃ والسلام علٰی خیر خلقہٖ سیّدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہٖ اجمعین امابعد !

صحابہ کرامؓ میں سے ایک شخص نے روایت بیان کی کہ جنابِ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا **سَتُفْتَحُ الشَّامُ** عنقریب شام فتح ہوجائے گا **فَاِذَا خُیِّرْتُمُ الْمَنَازِلَ فِیْھَا فَعَلَیْکُمْ بِمَدِیْنَةٍ یُقَالُ لَھَا دِمَشْقُ** جب تمہیں اُس میں رہنے کی جگہ کا اِختیار دیا جائے تو تم اُس شہر میں رہنا جسے دمشق کہا جاتا ہے **فَاِنَّھَا مَعْقِلُ الْمُسْلِمِیْنَ** کیونکہ وہ مسلمانوں کے لیے پناہ گاہ ہوگا **مِنَ الْمَلَاحِمِ** لڑائیوں سے جنگوں سے خون ریزیوں سے **وَ فُسْطَاطُھَا** اَور یہ اُس کا قلعہ ہوگا، **فُسْطَاطُ** خیمے کو بھی کہتے ہیں قلعہ کو بھی کہتے ہیں **مِنْھَا اَرْضٌ یُقَالُ لَھَا الْغُوْطَةُ**[۱] اُس شہر کے قریب ایک زمین ہے اُس کو **غُوْطَةُ** کہا جاتا ہے تو **غُوْطَةُ** اُس زمانہ میں دمشق کے قریب ایک علاقہ تھا اَور ممکن ہے اَب آبادی بڑھی ہو تو وہاں تک دمشق پہنچ گیا ہو وہاں باغات تھے۔ تو دمشق میں آنا شام کا فتح ہونا اَور اِس کی خبر دینا یہ معجزات میں سے ہے کیونکہ اُس وقت یہ حال نہیں تھا۔

---

[۱] مشکوۃ شریف ص ۵۸۳

حضرت اَبوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو لشکر روانہ کیا ہے شام کے لیے تو اُنہیں جو ہدایات دی ہیں وہ یہ ہیں کہ کوئی پھل دار درخت نہ کاٹیں وغیرہ۔ اَب اِس پر یہ بات چلتی ہے کہ اُن علاقوں کے کہ جہاں حملہ کیا جارہا ہو فوجیں جارہی ہوں درخت کاٹنے نہ کاٹنے جائز ہیں یا ناجائز۔ تو فوج کے لیے ایک قانون کی ضرورت پڑی کیونکہ اَبوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا یہ ہدایت دی تو اِس پر غور کیا گیا تو اِس کی وجہ یہ بنی کہ اَبوبکر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے بتلانے سے اِس بات کی خبر تھی کہ یہ علاقہ فتح ہوگا یہ مسلمانوں کو مِل جائے گا کیونکہ اُس کا فتح ہوجانا یقینیات میں سے تھا اُن کے لیے اِس واسطے اُنہوں نے یہ ہدایت دی کیونکہ جب فتح ہوجائے گا تو مسلمانوں کا ہوگا اَور مسلمانوں کے لیے وہ درخت کارآمد ہوں گے اُس وقت، ایک درخت کو بونا اَور چار سال پانچ سال یا تیس چالیس سال اِنتظار کرنا اُس کے پھل کا اِس کی کیا ضرورت ہے وہ علاقہ تو فتح ہونا ہی ہے اَور رسول اللہ ﷺ نے اِطلاع دی تھی۔ تو اُن کا اِیمان تو بہت ہی زیادہ مظبوط تھا اِیمان بالغیب تھا ایسے جیسے کہ دیکھنے کے بعد کسی کا اِیمان قیامت کے دِن ہوگا ویسے اُن کا دُنیا میں تھا۔

میں یہ کتاب پڑھ رہا تھا **سِیَرُ الْکَبِیْر** اُس میں یہ ہے کہ جب اُنہوں نے لشکر روانہ کیا ہے تو (رُخصت کرنے کے لیے) چلتے گئے پیدل، لشکر کے جو سردار تھے اُنہوں نے کہا کہ جناب میں بھی اُترا جاتا ہوں یا آپ بھی سوار ہوجائیں کسی سواری پر، فرمایا نہ تم اُترو نہ میں سوار ہوں گا اِسی طرح چلیں گے تو کچھ دُور چلتے گئے پھر جہاں رُخصت کرنا تھا اُن کو وہاں تک ہدایات دیتے گئے وہاں رُخصت کیا جاکر، اُن ہدایات میں یہ بھی ہدایات تھیں کہ زیادتی نہ ہو، ظلم نہ ہو، فلاں کو نہ مارنا، فلاں کو مارنا کیونکہ مسلمانوں کے یہاں خون ریزی تو نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کی جو لڑائی ہوتی اُس کا ایک مقصد ہوتا ہے خاص وہ یہ ہے کہ **کَلِمَةُ اللّٰہِ هِیَ الْعُلْیَا** اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند رہے اُس کو بلندی حاصل ہو اَور اَغراض اُس میں نہیں ہوتے تو یہ مقصد کہ بچوں بڑوں مرد عورتوں سب کو جمع کر کے ماردیا جائے نسل کُشی کردی جائے یہ اِسلام میں ہے ہی نہیں اِسلام کا جو طریقہ ہے اُس میں بہت زیادہ فائدے ہیں حقیقتًا لڑائی کا فائدہ اِسی میں ہے کہ صرف لڑنے والوں کو مارا جائے، لڑنے والوں میں اَگر کوئی بوڑھا بھی آگیا ہے تو وہ اَلگ بات ہے اُن کا جنرل ہے کوئی وہ بوڑھا ہے وہ مستثنٰی ہے کیونکہ وہ لڑنے والوں میں شامل ہوگیا کوئی راہب ہے وہ اُن کو اُبھارتا ہے آکر وہ بھی مارا جائے گا لڑنے والوں میں شامل ہے باقی جو راہب عبادت کررہے ہیں تارک الدنیا بیٹھے ہوئے ہیں اُن میں کوئی حرج نہیں

ہے اُن کو نہیں مارا جائے گا، گھروں میں ہیں لوگ اُنہیں نہیں نکالا جائے گا گھروں سے باہر۔

اِسلامی جنگی مہم کے بعد مشکلات جنم نہیں لیتیں :

تو اِس طرح کی چیز ہے کہ اِسلام نے اُصول بتائے اِس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ لڑائی میں جو مارے گئے مارے گئے جو بچ گئے وہ مطمئن ہیں اَور جو بچ گئے وہ اپنا اِنتظام کر سکتے ہیں اِقتصادی مشکلات نہیں پڑتیں ایسی آکر جیسی کہ بعد میں اَگر بچے اَور بے سہارا لوگ رہ گئے تو اِس طرح کی کیفیت پھر نہیں ہوتی جو عورت بیوہ تھی پہلے ہی سے وہ تو ماری ہی نہیں جاتی عورتوں کو مارنے کا سوال ہی کوئی نہیں ہے سوائے اِس کے کہ وہ بھی اِسی طرح آجائے لڑنے کے لیے میدان میں اَور وہ ماری جائے وہ تو اِکا دُکا واقعات ہوں گے۔

مفتوحہ علاقوں کی عورتوں کے ساتھ سلوک :

باقی جب کوئی علاقہ فتح ہوا ہو وہاں اَندر گئے ہوں عورتیں کوس رہی ہوں پیٹ رہی ہوں اُن کو نہیں مارا جائے گا کچھ نہیں کہا جائے گا اُن کو، یہ حضرتِ علیؓ نے بھی تعلیم دی ہے۔ جب جَمل کی لڑائی ہوئی ہے اَور اُس میں فتح ہوگیا بصرہ اَور اَندر تشریف لے گئے تو یہ ہدایات جاری کی تھیں اپنے سب لوگوں کو کہ تم دیکھو گے کہ وہاں عورتیں تمہیں بُرا بھی کہیں گی چیخیں گی بھی چلائیں گی بھی نوحہ بھی کریں گی بد دُعائیں بھی دیں گی، کسی چیز پر کوئی کارروائی اُنکے بارے میں نہیں کرنی بالکل، تو جب فتح ہو جائے علاقہ تو یہ فوجی اُصول پہلے سے ہے اِسلام کا۔

اِس سے ایک اِقتصادی فائدہ یہ ہے کہ اِقتصادی بدحالی نہیں آنے پاتی وہ لوگ اپنے کاروبار میں پھر لگے رہتے ہیں اَور حکومت کو کام سنبھالنے میں مشکلات نہیں پڑتیں ورنہ جتنا علاقہ مسلمانوں نے فتح کیا ہے تو اُس میں اَگر اُتنے ہی مارے بھی جاتے جتنے آج کل لڑائیوں میں مارے جاتے ہیں تو فتح کرنے کے بعد فوراً ہی سب چھوڑ دینا پڑتا کیونکہ اِتنے اِقتصادی مسائل پیدا ہو جاتے کہ سنبھالنا ممکن نہ رہتا لڑنے والے بھی وہی تھے جو عرب قبائل تھے نومسلم تھے لڑائیوں میں وہی چلتے رہے ہیں۔

مفتوحہ علاقوں کے لوگ بخوشی اِسلام قبول کرتے رہے کسی پر جبر نہیں کیا گیا :

اَور جو علاقے فتح ہوئے وہاں کے لوگوں نے دیکھا کہ ہمیں اِنصاف مل رہا ہے اَمن مل رہا ہے راحت مل رہی ہے دیانتداری ہے سچائی ہے تو وہاں کے لوگوں نے پھر اِسلام آہستہ آہستہ قبول کیا جنہوں نے

نہیں قبول کیا اُن پر جبر بھی نہیں کیا گیا اَور جنہوں نے نہیں قبول کیا وہ آج تک وہاں ہیں یہ اِسکندریہ جو مصر کا علاقہ ہے اُس میں تھے پہلے سے عیسائی اَور اَب تک وہاں ہیں اُسی طرح، اَور اُن کی اَقلیت جو ہے مصر کے اُس علاقے میں وہ مؤثر اَقلیت ہے۔ تو اِسلام نے دین مذہب بدلنے پر جبر نہیں کیا ہاں یہ ہے کہ اُن کے لیے مزید کنیسے اَور گرجے بنائے جائیں اِس کی بھی اِجازت نہیں دی جو ہیں پہلے سے اُن کے گرجے وہ رہیں ٹھیک ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ جو فوج کے اَور جنگ کے اَور عسکری قوانین ترتیب دِیے ہیں یہ معلوم نہیں اَب ہیں یا نہیں ہیں اَور ہمارے یہاں جو ہیں (غیر اِسلامی) عسکری قوانین یا مارشل لاء وہ غالبًا یہاں کا اَور ہے اَور اِنگلینڈ اَور دیگر آزاد ممالک کا اَور ہے کیونکہ یہاں اُن کو حکومت کرنی ہوتی تھی اَور فوجیں جو ہوتی تھیں وہ یہاں کی ہوتی تھیں اُس میں وہ خود اپنی ذاتی فوج یا دستہ کوئی ہوتا ہوگا شاید ہی ورنہ صرف اَفسران ہوتے تھے اَور تھوڑے سے ہوتے تھے انگریز۔ وہاں چونکہ اَنگریزوں کی خود اپنی فوج ہوتی ہے تو وہاں کے جو قوانین ہیں ہوسکتا ہے وہ اِسلام کے قریب ہوں۔ اَلبتہ ایسے علاقے کہ جن کو اُنہوں نے غصب کر کے غلام بنالیا وہاں کے لوگوں کے لیے اُن کے پاس بڑے ظالمانہ قوانین ہیں وہ تو بالکل تباہ کر دیتے ہیں۔

بادشاہوں کا ظالمانہ روّیہ :

جیسے بلقیس نے بھی کہا تھا، اُس کو جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا گرامی نامہ پہنچا ہے تو اُس نے مشورہ کیا اَور لوگوں نے مشورہ دیا کہ **نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ** بڑے طاقتور لوگ ہیں ہم **وَاُولُوْا بَأْسٍ شَدِیْدٍ** نہایت ہیبت ناک ہے ہماری شخصیت جو ہے قومی اعتبار سے **وَالْاَمْرُ اِلَیْکِ** لیکن معاملہ تو آپ کے اُوپر ہے موقوف **فَانْظُرِیْ مَاذَا تَأْمُرِیْنَ** تو یہ دیکھو کہ کیا کہتی ہو اُس نے کہا کہ **اِنَّ الْمُلُوْکَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَةً اَفْسَدُوْھَا** بادشاہوں کا تو قاعدہ یہ ہے کہ جب وہ کہیں داخل ہوتے ہیں اَور فتح کرتے ہیں علاقے کو تو اُس کو تباہ کر ڈالتے ہیں **وَجَعَلُوْا اَعِزَّةَ اَھْلِھَا اَذِلَّةً** وہ ہر ایک سے پوچھتے ہیں کہ کون بڑا ہے تم میں اُسے بُلاتے ہیں اُس کو ذلیل کرتے ہیں تو جب اُس کی ذلت دیکھتے ہیں تو دُوسرا سَر اُٹھاتا ہی نہیں ہے تو گویا بالکل تلپٹ ہوجاتا ہے قصہ سارا **وَکَذٰلِکَ یَفْعَلُوْنَ** اِسی طرح سے کرتے ہیں یعنی دُنیا بھر کا دستور اِسی طرح کا چل رہا ہے تو میں لڑائی اِس لیے ناپسند کرتی ہوں کہ اگر ہمارا علاقہ فتح ہوجائے تو پھر یہ خراب چیز بنے گی یہ مناظر سامنے آئیں گے اَور جو بڑے ہیں اُنہیں چھوٹا بننا پڑے گا ان ہی بڑوں کو بُلا کر ذلیل کیا جاتا ہے اُن ہی

سے معاہدہ کیا جاتا ہے اُن ہی کو پابند کیا جاتا ہے کہ تمہیں نگرانی کرنی پڑے گی تمہیں یوں کرنا پڑے گا تمہیں یوں کرنا پڑے گا تو وہ تو بڑے بڑے جو ہیں بالکل ذلیل بن جاتے ہیں یا کسی بڑے آدمی نے تسلیم نہ کیا تو اُسے سزا دیتے ہیں ذلیل کرتے ہیں نہیں تو مار دیتے ہیں تو بادشاہوں کا تو یہ طریقہ تھا۔

اِسلام نے تو یہ طریقہ نہیں رکھا بالکل، اِسلام نے تو یہ کہا ہے کہ صلح کر لو شرائط پر، نہیں صلح کرتے تو پھر لڑائی ہوتی ہے۔ صلح کر لی اَور کچھ دِنوں بعد پھر بغاوت ہوگئی بدعہدی ہوگئی پھر بھی لڑائی ہوتی ہے۔ اچھا کہیں کہیں ضرورت پڑ جاتی ہے کہ درختوں کو کاٹا جائے تباہ کیا جائے تو اُس کی اِجازت ہے یعنی ہمارا جو (اِسلامی) مارشل لاء ہے اُس میں اِس کی اِجازت ضرورتًا دی گئی ہے کیونکہ بہت دفعہ ایسے ہوتا ہے کہ دُشمن گھنے درختوں میں چھپ کر بیٹھے رہتے ہیں اگر اُنہیں نہ کاٹا جائے تو پھر نقصان ہوتا رہے گا اِنسانوں کا اَور سپاہی ہمارے جو ہیں مجاہدین اُن کو نقصان پہنچتا رہے گا اِس لیے اِس کی اِجازت دی گئی ہے۔

حضرت اَبوبکرؓ کی ہدایات، ایک خاص دُعا اَور اُس کی وجہ :

اَبوبکر رضی اللہ عنہ کا جو یہ فرمانا تھا کہ وہاں جاؤ تو کوئی درخت نہ کاٹنا پھل دار وغیرہ وہ اِس بناء پر محمول کرتے ہیں کہ اُنہیں پتہ تھا کہ یہ علاقہ فتح ہونا ہی ہے تو اِس لیے کیا ضرورت ہے درختوں کو کاٹنے کی۔

یہ اِس لیے کہتا ہوں کہ اُسی جگہ جہاں میں نے سیر کبیر کا حوالہ [1] دیا اُس میں یہ بھی ہے کہ جب وہ روانہ ہونے لگے رُخصت ہونے لگے تو حضرت اَبوبکر رضی اللہ عنہ نے اُن کو ایک دُعا دی وہ دُعا شکلاً بددُعا ہے وہ دُعا یہ دی کہ اَللہ تعالیٰ اِن کو طاعون میں مبتلا کرنا۔ اَب کوئی بھی اپنی فوج کو روانہ کر رہا ہو اَور اُس کو یہ دُعا دے رہا ہو اَور فوج والوں میں کسی نے سُنی ہوگی تو بُرا نہ مانے ہوں اِس کا مطلب یہ ہے کہ اُنہیں پتہ تھا کسی علامت کا کہ جو لشکر اِس طرح جائے گا وہ اِس طرح کامیاب ہوگا اَور اُس کی علامت یہ ہے کہ اُن میں کچھ مدت بعد طاعون کی وباء پھیلے گی اَور اُس میں سے وہ طاعون میں کام آئیں گے یہ اُنہوں نے دُعا دی اُن کو، شکلاً یہ بددُعا ہے مطلب اِس کا یہ ہے کہ یہ وہی لشکر ہو جس کے بارے میں فضیلتیں آئی ہیں اَور یہ کہ یہ کامیاب ہوگا اَور وہاں جو وباء ہوگی اُس میں بھی اِس کے آدمی کام آئیں گے اَور شہید ہوں گے حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی اُنہی میں ہیں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھی اُنہی میں ہیں۔

---

[1] السیر الکبیر باب وصایا الامراء ج ۱ ص ۳۸ تا ۴۷

''عَمْوَاسْ'' ایک جگہ کا نام ہے اُس کی طرف وہ طاعون منسوب ہے اِنہوں نے جب یہ علاقہ فتح کرلیا اَور وہاں پہنچے ہیں تو چند سال بعد اَبوبکر رضی اللہ عنہ کے دَور میں نہیں بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دَور میں یہ طاعون پھیلا ہے اَور اُس میں کافی قیمتی حضرات طاعون میں مبتلا ہوکر اِس دُنیا سے رُخصت ہوئے ہیں۔ اُن کا یہ جملہ، میں اِس پر غور کرتا رہا تو سمجھ میں یہی آتا ہے کہ اُن کو پتہ تھا اَور اُس لشکر کا (طاعون میں مبتلاء ہونا) یہ علامت تھی تو اُنہوں نے شکلاً یہ بددُعا اَور حقیقتاً دُعا دی۔

خلافت علی منہاج النبوۃ اَور عام خلافت میں فرق :

اِرشاد فرمایا اَبوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اَلْخِلَافَةُ بِالْمَدِيْنَةِ وَالْمُلْكُ بِالشَّامِ [۱] خلافت جو ہے مدینے میں رہے گی اَور ملک حکومت بادشاہت جو ہے وہ شام میں ہوگی تو خلافت عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ جسے کہا گیا کہ جیسے رسول اللہ ﷺ نے حیاتِ طیبہ گزاری ہے اپنی، اُسی پر چلتے ہوئے کوئی غیر نبی اَور بادشاہ خلافت کرتا ہو وہ اَبوبکر رضی اللہ عنہ ہیں یا حضرتِ عمر ہیں یا حضرتِ عثمان ہیں یا حضرتِ علی ہیں رضی اللہ عنہم اَور پھر بعد میں ڈھائی سال کا عرصہ بہت تھوڑا سا عرصہ ہے جو حضرتِ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا دَور ہے وہ بھی ایسا ہی تھا عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ جو نبی ﷺ کا طرز تھا اُس طرز پر چل کر غیر نبی اُس طرز کو جتنا اَپنا سکتا ہے اِمکان میں ہے اُس کے اُتنا اَپنا لینا یہ بہت مشکل کام ہے بہت ہی مشکل کام ہے تو اِس طرز پر رہنا یہ اِن چار حضرات کے دَور میں ہوا ہے۔

دارُالخلافہ کی مدینہ منورہ سے کوفہ منتقلی :

لیکن حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کا اِنعقادِ خلافت تو ہوا ہے مدینہ منورہ میں لیکن بعد میں تو اُن کا رہنا وہ کوفے میں ہوگیا۔ جنگی نقطۂ نظر سے ایسی صورت تھی کہ مدینہ منورہ کو عرصۂ دراز تک دارُالخلافہ نہیں رکھا جاسکتا تھا پہل حضرتِ علی رضی اللہ عنہ نے کی مثلاً اِس نقطۂ نظر پر کوفے کو بنایا اُنہوں نے تاکہ دائیں اَور بائیں دونوں طرف نظر رہ سکے کہ کوفے سے یہ علاقہ سندھ تک کا بھی سامنے رہتا تھا آذر بائیجان اَور شمالی علاقہ یہ اَور اُدھر کا حصہ بھی۔ پھر دَور آیا بنواُمیہ کا اُنہوں نے شام رکھا دمشق رکھا پھر دَور آیا بنوعباس کا اُنہوں نے بغداد رکھا یعنی خلافت جو ہے وہ کسی بھی دَور میں بعد میں مدینہ منورہ میں نہیں ہوئی اَور سمجھ میں یہی آتا تھا لوگوں کی جنگی نقطہ نظر

---

[۱] مشکوٰۃ شریف ص ۵۸۳

سے بادشاہوں کی اپنی دسترس اَور گرفت کے اِعتبار سے کہ ہمارے لیے یہ جگہ موزوں ہے شام والی یا اُس کے بعد پھر یہ عراق کا بغداد کا حصہ کہ یہ جگہ زیادہ موزوں ہے ہمارے واسطے، تو فرمایا **اَلْمُلْکُ بِالشَّامِ** تو سب سے پہلے جو بادشاہت کے طرز پر اِسلامی بادشاہ ہوتو وہ مَلِکِ عادل ہوگا، مَلِکِ عادل کی بھی فضیلت آئی ہے ایک مَلِکِ جائر ہے ظالم بادشاہ مَلِکِ عادل ہے عادل بادشاہ، عادل بادشاہ کی فضیلت آئی ہے اُس کی دُعا قبول ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ۔

رسول اللہ ﷺ نے اُس کے لیے بھی کہا ہے کہ جو عادِل اِمام ہوگا وہ قیامت کے دِن اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سایہ میں ہوگا **سَبْعَةٌ یُظِلُّھُمُ اللّٰہُ فِیْ ظِلِّہٖ** [۱] سات قسم کے لوگ ہیں ایسے کہ جو قیامت کے دِن اللہ کی رحمت کے سایہ میں رہیں گے اَور اُن سات میں ایک یہ بھی داخل ہے اِمام عادِل تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دَور جو تھا وہ حکومت کا دَور تھا وہ خلافت کا نہیں تھا ''اَمیر المؤمنین'' کہلاتے ہیں وہ، اَور اُس سے پہلے صرف ''اَمیر'' کہلاتے تھے یعنی گورنر بعد میں اَمیر المؤمنین۔

بعد والوں کے لیے حضرت معاویہ ؓ کا طرز ممکن العمل ہے :

اَور آج کے واسطے مقتداء جو ہیں وہ حضرت معاویہ ہیں حضرت علی یا حضرت عثمان یا حضرت عمر یا حضرت اَبو بکر رضی اللہ عنہم کا نام لینا تو بہت مشکل کام ہے یعنی گنجائش پر جو شریعت نے دی ہیں اُن پر عمل کر کے ایک طرزِ حکومت بنانا یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا کام ہے۔ تو آج کے دَور کے مقتداء جو ہیں ہمارے یہاں صلحاء یا علماء جو بھی حکومت کریں گے تو اُن کے لیے اُس طرز پر حکومت کرنا بہت مشکل کام ہے کہ اپنے لیے کچھ نہ ہو وغیرہ وغیرہ بہت سخت چیزیں ہیں یہ، اُن کا نام لینا آسان ہے کیونکہ صرف زبان ہلتی ہے باقی اُن کے عمل کا اَور اُن کا طرز اَور طریقہ کار وہ بڑا مشکل ہے تو گنجائشوں پر عمل کہاں تک ہو سکتا ہے، یہ صحابہ کرامؓ میں اَگر دیکھنا ہو تو پھر تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زیرِ احسان ہیں سارے کے سارے آج کے دَور کے علماء بھی اَور غیر علماء بھی، حکمراں بھی اَگر عدل کریں گے تو اِس سے آگے نہیں پہنچ سکتے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کیا، ناجائز حد تک وہ نہیں گئے جائز حدود تک وہ گئے ہیں، اُنہوں نے وسعت پیدا کی اَور وہ چار حضرات بس ایک نہج پر قائم رہے ہیں تو اُن میں اَور اِن میں تو بڑا فرق ہے لیکن جائز حد تک رہنا اَور اُس کا نمونہ صحابہ کرامؓ میں

---

[۱] بخاری شریف ص ۹۱

اگر دیکھنا چاہیں تو وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ہی بنے گا حضرت مغیرہ ابن شعبہ کا بنے گا اَور دیگر حضرات کا بنے گا سب ہی لائق اِقتداء ہیں بلکہ ہمارے واسطے تو محسن ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ورنہ تو اَگر وہی طرز صرف رہتا (اَور مزید کوئی گنجائش نہ ہوتی) تو پھر ہم بعد کے سارے کے ساروں کو کہتے کہ سب کے سب گمراہ ہوگئے مگر رسول اللہ ﷺ نے اُن کو دُعا بھی دی ہے اَور وہ صحابہ کرامؓ میں داخل ہیں اَور اَسلاف میں سب اُن کو اَچھا کہتے چلے آئے ہیں اَسلافِ اہلِ سنت میں سے کسی نے اُن کے بارے میں کوئی تنقیص کا جملہ نہیں اِستعمال کیا۔

تو خلافت مدینہ منورہ میں اَور مُلک شام میں رہا اَور اُس کے بعد پھر مُلک ہی چلتا رہا ہے اُس میں کوئی مَلِکِ عادل آیا کوئی مَلِکِ جائر آیا اِس طرح سے رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ اِن سب کے درجات بلند فرمائے اَور آخرت میں ہمیں اِن حضرات کا ساتھ نصیب فرمائے، آمین۔ اختتامی دُعا..........................

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) زیرِ تعمیر مسجد حامدؒ کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے مجوزہ دَارالاقامہ (ہوسٹل) اَور درسگاہیں

(۳) اَساتذہ اَور عملہ کے لیے رہائش گاہیں

(۴) کتب خانہ اَور کتابیں

(۵) زیرِ تعمیر پانی کی ٹنکی کی تکمیل

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اَجر ہے۔

علمی مضامین سلسلہ نمبر۴۳ (قسط : ۴)

"الحامد ٹرسٹ" نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تا کہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

مسئلہ رجم

اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (۱۵۰ھ ۔ ۲۰۴ھ)

اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جلیل القدر تصنیف کتاب الام کی ساتویں جلد میں تحریر فرمایا کہ چوتھے پارہ میں سورہ نساء کی آیت نمبر ۱۵

وَالّٰتِیْ یَأْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِکُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْکُمْ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِکُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا. (پ ۴ رکوع ۱۴ سُورة النساء آیت نمبر ۱۵)

"اور تمہاری عورتوں میں سے جو کوئی بدکاری کرے تو اُن پر اَپنوں میں سے چار مرد گواہ لاؤ پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو اُن عورتوں کو گھر میں بند رکھو یہاں تک کہ اُنہیں موت اُٹھا لیوے یا اللہ تعالیٰ اُن کے لیے کوئی راہ مقرر کر دے۔"

پہلے نازل ہوئی تھی پھر یہ اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ پ ۱۸ سُورۃ النور آیت نمبر۲ کے نازل ہونے کے بعد منسوخ ہو گئی۔

اَخْبَرَنَا الرَّبِیْعُ قَالَ اَخْبَرَنَا الشَّافِعِیُّ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ یُّوْنُسَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ حِطَّانَ الرَّقَاشِیِّ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ هٰذِهِ الْاٰیَةَ حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا . قَالَ کَانُوْا یُمْسِکُوْهُنَّ حَتّٰی

نَزَلَتْ اٰیَۃُ الْحُدُوْدِ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ خُذُوْا عَنِّیْ قَدْ جَعَلَ اللّٰہُ لَھُنَّ سَبِیْلًا اَلْبِکْرُ بِالْبِکْرِ جَلْدُ مِائَۃٍ وَنَفْیُ سَنَۃٍ وَالثَّیِّبُ بِالثَّیِّبِ جَلْدُ مِائَۃٍ وَالرَّجْمُ .

''حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ نے حَتّٰی یَتَوَفّٰھُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰہُ لَھُنَّ سَبِیْلًا کے بارے میں اِرشاد فرمایا کہ عورتوں کو پکڑ کر (قید یا نظر بند کرکے) رکھا کرتے تھے حتی کہ آیتِ حدود اُتری اُس وقت جناب رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ مجھ سے اِس کا حل لے لو اللہ نے اِن کا طریقہ مقرر کر دیا ہے کہ ہر غیر شادی شدہ مرد وعورت کے سو کوڑے لگائے جائیں گے اَور ایک سال کی جلا وطنی ہوگی اَور ہر شادی شدہ مرد وعورت کے سو کوڑے لگائے جائیں گے اَور اُسے رجم کیا جائے گا۔''

اِمام شافعیؒ فرماتے ہیں :

وَالْجَلْدُ عَلَی الزَّانِیَیْنِ الثَّیِّبَیْنِ مَنْسُوْخٌ بِاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ رَجَمَ مَاعِزَ بْنَ مَالِکٍ وَلَمْ یَجْلِدْہُ وَرَجَمَ الْمَرْئَۃَ الَّتِیْ بَعَثَ اِلَیْھَا اُنَیْسًا وَلَمْ یَجْلِدْھَا وَکَانَا ثَیِّبَیْنِ .(کِتَابُ الْاُمِّ بَابُ مَاجَاءَ فِیْ قَوْلِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَالّٰتِیْ یَأْتِیْنَ الْفَاحِشَۃَ اَلْاٰیَۃُ ص ۸۳ ج ۷ مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازھریہ مصر)

''اَور شادی شدہ مرد وزن کے کوڑے لگانے کا حکم منسوخ ہے کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے (اِس کے بعد ایسا کیا ہے کہ) حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو (فقط) رجم کیا اَور کوڑے نہیں لگائے اَور اُس عورت کو جس کے پاس حضرت اُنیسؓ کو بھیجا تھا رجم (ہی) فرمایا ہے اَور کوڑے نہیں لگائے اَور یہ دونوں شادی شدہ تھے۔''

اِس سے آگے بَابُ الْاِشْھَادِ عَلٰی یَتَامٰی میں وَدَلَّ عَلٰی ذٰلِکَ مَعَ الْاِکْتِفَاءِ بِالتَّنْزِیْلِ اَلسُّنَّۃُ ثُمَّ الْاَثَرُ ثُمَّ الْاِجْمَاعُ (کتاب الام ص ۸۲ ج ھفتم) چار ہی گواہوں کی شرط پر زور دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں اَور حکم رجم پر فقط آیت (جو منسوخ التلاوت ہے) کافی تھی اِس کے ساتھ ساتھ حدیث پھر صحابہ کی روایت پھر اِجماع بھی (موجود ہیں)۔

اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کِتَابُ الْاُمّ میں "حَدُّ الثَّیِّبِ الزَّانِیْ" (شادی شدہ زنا کرنے والے کی حد) کے عنوان سے رَجم کے اَحکام بیان فرمائے ہیں اَور حدیثیں تحریر فرمائی ہیں۔

اَحادیث وہی تحریر فرمائی ہیں جو موطا اِمام مالک میں بھی موجود ہیں۔ اِس مضمون میں بحوالہ موطا لکھی جا چکی ہیں یعنی حضرت اَبو ہریرہؓ اَور حضرت زید بن خالد جھنیؓ کی روایت۔ نیز حضرت ابن عباسؓ کی روایت کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اَلرَّجْمُ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ حَقٌّ۔

اِمام مالکؒ کی روایت جو موطاء میں موجود نہیں

"کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے یہودی مرد وزن کو سنگسار کرنے کا حکم فرمایا اَور اُنہیں سنگسار کر دیا گیا"

اِس کی سند یہ ہے قَالَ الشَّافِعِیُّ اَخْبَرَنَا مَالِکٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ رَجَمَ یَھُوْدِیًّا وَّیَھُوْدِیَّۃً زَنَیَا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وہ واقعہ جب آپ سفر شام پر تشریف لے گئے تھے تو عورت کے شوہر نے شکایت کی اَور آپ نے عورت سے بیان لینے کے لیے اَبو واقد لیثی کو اُس کے پاس بھیجا۔ یہ روایت بھی اِس مضمون میں گزر چکی ہے اِن روایات کے بعد تحریر فرماتے ہیں :

قَالَ الشَّافِعِیُّ فَبِکِتَابِ اللّٰہِ ثُمَّ سُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ ثُمَّ فِعْلِ عُمَرَ نَأْخُذُ فِیْ ھٰذَا کُلِّہٖ .(کتاب اَلْاُمّ (باب) حَدُّ الثَّیِّبِ الزَّانِیْ ص ۱۵۴ ج ۶)

"کتاب اللہ کو پھر سنت رسول اللہ ﷺ کو پھر حضرت عمرؓ کے عمل کو اِس حد کے سارے معاملہ میں ہم لیتے ہیں۔"

اِسی باب میں اِرشاد فرماتے ہیں :

" وَحَدُّ الْمُحْصِنِ وَالْمُحْصَنَۃِ اَنْ یُّرْجَمَا بِالْحِجَارَۃِ حَتّٰی یَمُوْتَا ثُمَّ یُغْسَلَا وَیُصَلّٰی عَلَیْھِمَا وَیُدْفَنَا."

"اَور شادی شدہ مرد وزن کی حد یہ ہے کہ اُنہیں سنگسار کیا جائے حتی کہ اُن کی موت واقع ہو پھر اُنہیں غسل دیا جائے گا اُن پر نماز پڑھی جائے گی اَور اُنہیں دفن کیا جائے گا۔"

اِمام محمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (۱۶۴ھ - ۲۴۱ھ)

اِمام المسلمین فی الحدیث اِمام محمد بن حنبلؒ کی کتاب مسند اَحمد بن حنبل میں بہت روایات ہیں ، اگر جمع کی جائیں تو مضمون بہت طویل ہوجائے گا۔ اِس لیے روایانِ حدیث کے اَسماءِ مبارکہ اَور کہیں کہیں مضمون حدیث کے جملے ہی نقل کر دینے کافی ہیں حدیثیں مسند احمد میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

(۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ ....

یہ وہی حدیث ہے جو موطا اِمام مالک میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خطبہ کے بیان میں گزری۔

(۲) حَدَّثَنَا هُشَيْمُ اَنْبَاَنَا عَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يُوْسُفَ بْنِ مَهْرَانَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَطَبَ عُمَرُ ......

یہ روایت دُوسری سند سے ہے، اِس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خطاب کے یہ جملے بھی ہیں فَاِنَّهٗ حَدٌّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ رجم اللہ کی حدود میں ایک حد ہے۔

اِسی میں ہے :

اَلا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدْ رَجَمَ وَرَجَمْنَا بَعْدَهٗ لَوْلَا اَنْ يَّقُوْلَ قَائِلُوْنَ زَادَ عُمَرُ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مَالَيْسَ مِنْهُ لَكَتَبْتُهٗ فِيْ نَاحِيَةٍ مِّنَ الْمُصْحَفِ شَهِدَ عُمَرُبْنُ الْخَطَّابِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَفُلَانٌ وَفُلَانٌ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدْ رَجَمَ وَرَجَمْنَا مِنْ بَعْدِهٖ اَلا وَاِنَّهٗ سَيَكُوْنُ مِنْ بَعْدِكُمْ قَوْمٌ يُكَذِّبُوْنَ بِالرَّجْمِ وَبِالدَّجَّالِ وَبِالشَّفَاعَةِ وَبِعَذَابِ الْقَبْرِ وَبِقَوْمٍ يُخْرَجُوْنَ مِنَ النَّارِ بَعْدَ مَا امْتَحِشُوْا .

''دیکھو! جنابِ رسول اللہ ﷺ نے رجم کیا ہے اَور آپ کے بعد ہم نے رجم کیا ہے اگر یہ اَندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ یہ کہیں گے کہ عمرؓ نے کتاب اللہ میں وہ جز بڑھا دیا ہے جو کتاب اللہ عزوجل میں نہیں ہے تو میں ضرور قرآن پاک میں کونے میں لکھ دیتا (یعنی آیت رجم جس کی تلاوت منسوخ ہوگئی ہے اَور حکم باقی ہے یہ نماز میں اَب نہیں پڑھی جا

سکتی) عمر بن الخطاب اَور عبد الرحمٰن بن عوف اَور فلاں اَور فلاں صحابی گواہ ہیں جناب رسول اللہ ﷺ نے رجم فرمایا اَور آپ کے بعد ہم نے رجم کیا۔ غور سے سنو! عنقریب تمہارے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو رجم کی، دجال کے آنے کی اَور آخرت میں شفاعت کی اَور عذابِ قبر کی تکذیب کریں گے۔ اَور ایسے لوگوں کا جو جہنم میں جھلسے جانے کے بعد نکالے جائیں گے اِنکار کریں گے (یہ کہیں گے کہ جہنم میں داخل ہونے والے جہنم سے نکالے نہیں جائیں گے چاہے وہ گناہ گار مسلمان ہوں)۔''

(۳) حَدَّثَنَا یَحْیَ بْنُ زَکَرِیَّا بْنِ اَبِیْ زَائِدَةَ اَخْبَرَنَا مُجَالِدٌ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اِنَّ الرَّجْمَ سُنَّةٌ مِّنْ سُنَنِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَقَدْ کَانَتْ نَزَلَتْ اٰیَةُ الرَّجْمِ فَھَلَکَ مَنْ کَانَ یَقْرَؤُھَا وَاٰیًا مِّنَ الْقُرْاٰنِ بِالْیَمَامَةِ.

''...............حضرت شعبیؒ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے فرمایا رجم جنابِ رسول اللہ ﷺ کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے۔ اَور آیت رجم نازل ہوئی تھی تو جو صحابہ اُس آیت کو منسوخ التلاوت نہیں مانتے تھے مسلمہ کذاب سے جہاد کے وقت یمامہ میں شہید ہوگئے وہ کچھ اَور آیت بھی پڑھا کرتے تھے۔''

(۴) حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ اَور حضرت براءؓ بن عازب رضی اللہ عنہم اَور حضرت عبداللہ بن اَبی اَوفٰی رضی اللہ عنہم (یعنی علقمہ بن خالد الاسلمی) حضرت جابرؓ بن سمرہ رضی اللہ عنہم سے وہ روایت دی ہیں جن میں یہودیوں کو رجم کی سزا کا ذکر گزرا ہے۔

فائدہ : خوارج کا فرقہ جو بعد میں ظاہر ہوا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اِس اِرشاد کے تحت آتا ہے اَور جو حدیث نمبر۲ میں متعدد بار گزرا آج جو شخص رجم کو حَدٌّ مِنْ حُدُوْدِ اللّٰہِ نہیں مانتا وہ بھی اُن کے اِس اِرشاد کے تحت آتا ہے۔

قرآن پاک کی جو آیت کسی صحابی نے خود جناب رسول اللہ ﷺ سے سیکھی تھی اِسے وہ پڑھتا ہی رہا ہے آپ ﷺ کے بعد اگر کسی نے اِس کے منسوخ ہونے کی اِطلاع دی تو اگر پورا یقین آیا تب تو مان لیا

ورنہ ہر صحابی اُسی آیت وحکم و روایت اَور طریقہ پر قائم رہا ہے جو اُس نے خود جناب رسول اللہ ﷺ سے دیکھا اَور سنا تھا اِس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں :

(الف) حضرت اَبوالدرداء رضی اللہ عنہ شام میں اَور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کوفہ میں سُورۃ وَاللَّیْلِ میں وَمَاخَلَقَ الذَّکَرَوَالْاُنْثٰی نہیں پڑھتے تھے بلکہ '' وَالذَّکَرِ وَالْاُنْثٰی '' پڑھتے رہے ہیں۔ حضرت اَبودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں اَور میں نے رسول اللہ ﷺ کو اِسی طرح پڑھتے سنا ہے وَاللّٰہِ لَا اُتَابِعُھُمْ اللہ کی قسم میں اِن کے پیچھے نہ چلوں گا (اِن کی بات نہ مانوں گا)۔ (لیکن اِن حضرات کے شاگردوں نے دیگر صحابہ کرامؓ سے '' وَمَاخَلَقَ '' کا جملہ تواتر سے سنا تو اہلِ شام اَور اہلِ کوفہ نے یہی پڑھنا شروع کیا قراءتِ شامی اَور کوفی یہی رہی ہے جو آج بھی ہے)۔ (روایات ملاحظہ ہوں بخاری ص ۷۳۷ جلد دوم)

(ب) اِسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سورہ بقرہ کی آیات نمبر ۱۹۸ میں پ ۲ رکوع ۹ میں '' فِیْ مَوَاسِمِ الْحَجِ '' کا جملہ بڑھا کر پڑھتے تھے جو منسوخ ہے۔ وہ پڑھتے تھے لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکُمْ فِیْ مَوَاسِمِ الْحَجِّ . (بخاری ص ۲۳۸ جلد اَول و اَیضاً ص ۶۴۸ ج ۲)

(ج) حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ قائل ہی نہ تھے کہ کوئی آیت منسوخ التلاوت ہوئی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

اَقْرَأُنَا اُبَیٌّ وَاَقْضَانَا عَلِیٌّ وَاِنَّا لَنَدَعُ مِنْ قَوْلِ اُبَیٍّ وَذٰلِکَ اَنَّ اُبَیًّا یَقُوْلُ لَااَدَعُ شَیْئًا سَمِعْتُہٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَۃٍ اَوْ نُنْسِھَا . (بخاری ص ۶۴۴ ج ۲)

'' ہم میں بہترین قاری حضرت اُبَیْ ہیں اَور بہترین فیصلہ دینے والے علی ہیں اَور ہم ضرور اُبی کی بات چھوڑ دیتے ہیں اَور یہ اِس لیے کرتے ہیں کہ اُبی کہتے ہیں کہ میں کوئی بھی چیز جو میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے نہیں چھوڑوں گا حالانکہ حق تعالیٰ نے اِرشاد فرمایا ہے کہ ہم جو آیت منسوخ کر دیتے ہیں یا بُھلا دیتے ہیں (تو وقت گزرنے کے ساتھ اُس سے بہتر یا اُسی جیسا دُوسرا مفید حکم لاتے ہیں)۔ ''

(د) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ جنابِ رسول اللہ ﷺ نے (تہجد کے وقت میرے حجرے میں ہی مسجد میں پڑھنے والے) ایک صحابی (حضرت عباد) کی آواز سُنی آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا : رَحِمَهُ اللّٰهُ لَقَدْ اَذْكَرَنِىْ اٰيَةَ كَذَا وَ كَذَا اَسْقَطْتُهُنَّ مِنْ سُوْرَةِ كَذَا وَ كَذَا . (بخاری ص ۷۶۲ ج ۱) اللہ اِس پر رحمت کرے اِس نے مجھے فلاں فلاں آیت یاد دِلا دی جو میں نے فلاں فلاں سورتوں میں سے ساقط کردی تھیں یعنی وہ منسوخ ہوگئی تھیں اِس سے سُن کر یاد آئیں، یہ مسند احمد کی روایت میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے اِرشاد کی تشریح ہے۔

(۱۰) مسند احمد میں حضرت سہل بن سعد کی روایت میں ہے کہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ نے تو اِقرار کرلیا تھا لیکن اُس عورت نے اِنکار کردیا تھا آپ نے اُسے چھوڑ دیا فَاَ نْكَرَتْ فَحَدَّهٗ وَ تَرَكَهَا (مُسند احمد)

(۱۱) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے :

كُنَّا نَتَحَدَّثُ اَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ بَيْنَنَا اَنَّ مَاعِزَ بْنَ مَالِكٍ لَوْ جَلَسَ فِىْ رَحْلِهٖ بَعْدَ اِعْتِرَافِهٖ ثَلَاثَ مِرَارٍ لَمْ يَطْلُبْهُ وَاِنَّمَا رَجَمَهٗ عِنْدَ الرَّابِعَةِ.

(مسند احمد)

''ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے صحابی آپس میں یہ باتیں کیا کرتے تھے کہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ اگر تین دفعہ اعتراف کے بعد بھی اپنے گھر بیٹھے رہتے تو رسول اللہ ﷺ اُنہیں (پھر بھی نہ بُلاتے) چوتھی دفعہ جب وہ گئے تب آپ نے رجم کا حکم دیا۔''

(۱۲) مسند احمد میں حضرت لجلاج کی روایت میں ایک اَور لڑکے کا واقعہ اِس طرح نقل کیا گیا ہے کہ ہم بازار میں تھے ایک عورت بچہ اُٹھائے گزری لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے میں بھی اُن کے ساتھ اُٹھ کر چل دیا۔ میں جب جنابِ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا ہوں تو آپ اُس لڑکی سے دریافت فرما رہے تھے کہ اِس کا باپ کون ہے؟ وہ چپ رہی پھر دوبارہ سوال پر بھی چپ رہی تو ایک نوجوان نے جو اُس کے قریب کھڑا تھا عرض کیا یا رسول اللہ! یہ لڑکی کم عمر ہے اَور رُسوائی کے ماحول میں بالکل نئی ہے اُس نے تو جناب کو نہیں بتلایا میں اِس کا باپ ہوں۔ آپ نے اپنے گرد لوگوں پر نظر ڈالی۔ وہ کہنے لگے ہم تو اِس کے بارے میں اچھائی ہی جانتے ہیں یا (لوگوں نے) اِس کے ہم معنی جملے کہے۔

جنابِ رسول اللہ ﷺ نے اُس نوجوان سے دریافت فرمایا کہ کیا تم شادی شدہ ہو۔ اُس نے عرض کیا کہ جی ہاں۔ آپ نے اُس کے رجم کا حکم دے دیا ہم نے رجم کرنے کے لیے گڑھا کھودا حتی کہ ہمارے لیے سنگسار کرنا آسان ہو گیا پھر رجم کیا حتی کہ وہ بالکل بے حرکت (بے جان مردہ) ہو گیا۔ پھر ہم اپنی اپنی جگہوں پر چلے آئے۔ اَبھی ہم کام میں لگے ہی تھے کہ ایک بوڑھا شخص اُس نوجوان کے بارے میں پوچھتا ہوا آیا۔ ہم نے اُس کے کپڑے جو اُس کے گردن پر تھے پکڑ کر اُسے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آئے اَور عرض کیا کہ اے خدا کے رسول یہ شخص اُس خبیث کے بارے میں پوچھتا ہوا آیا ہے۔

اِنَّ هٰذَا جَاءَ يَسْئَلُ عَنْ هٰذَا الْخَبِيْثِ فَقَالَ مَهْ لَهُوَ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ رِيْحًا مِّنَ الْمِسْكِ قَالَ فَذَهَبْنَا فَاَعِنَّاهُ عَلٰى غُسْلِهٖ وَتَكْفِيْنِهٖ وَ حَفَرْنَا لَهٗ وَلَمْ اَدْرِ اَ ذَكَرَ الصَّلٰوةَ اَمْ لَا . (مسند احمد)

"آپ نے اِرشاد فرمایا بس۔ وہ نوجوان یقیناً بلا شبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے بھی زیادہ عمدہ خوشبو والا ہے (نہ کہ خبیث گندہ) لَجْلَاجْ فرماتے ہیں کہ پھر ہم اُس بوڑھے صحابی کے ساتھ گئے اَور اُس نوجوان کے غسل کفن اَور قبر میں اُس کی مدد کی۔ حضرت لَجْلَاجْ کے بیٹے سے نیچے جو حدیث کے راوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں کہ اُنہوں نے اِس پر نماز کا بھی ذکر کیا یا نہیں؟"

(۱۳) مصنف عبدالرزاق کے حوالہ سے حضرت عمران بن حصینؓ کی روایت میں جُهَنِيَّةَ صحابیہ کا واقعہ گزرا ہے۔ یہ صحابیہ جُهَنِيَّةَ بھی کہلاتی ہیں کیونکہ "غامد" "جُهَنِيَّةَ" کی ایک گوتھ ہے۔ یہ واقعہ مسند اَحمد میں حضرت عمران بن حصین اَور حضرت بریدہ اَسلمی سے نقل کیا ہے اُس میں ہے کہ وہ خود آکر عرض کرتی رہیں وَاَنَا اُرِيْدُ اَنْ تُطَهِّرَنِيْ میں چاہتی ہوں کہ آپ مجھے حد جاری کر کے اِس گناہ سے پاک کردیں کیونکہ آپ نے اُس سے فرمایا تھا اِسْتَتِرِيْ بِسِتْرِ اللّٰهِ اللہ نے جو پردہ رکھا ہے اُس میں ہی رہو یعنی گناہ کا اِظہار نہ کرو۔

لیکن یہ دُوسرے دِن پھر آئیں پھر تیسرے دِن آئیں اَور عرض کرنے لگیں کہ شاید آپ مجھے ماعز کی طرح لوٹا رہے ہیں فرمایا وِلادت سے فراغت کے بعد آنا وہ اِتنے عرصہ کے بعد پھر آگئیں تو اِرشاد فرمایا کہ

جب دُودھ چھوٹ جائے تب آنا اَبھی بچہ کو دُودھ پلاؤ۔ اُس کا دُودھ چھڑانے کے بعد جب آئیں تو بچہ کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑہ تھا آپ نے بچہ کے فرائض ِتربیت ایک صحابی کے سپرد کیے اِن کیلیے رجم کا حکم فرمایا جس کے لیے پستانوں تک گڑھا کھودا گیا۔ اُن لوگوں میں جو رجم کر رہے تھے حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ بھی تھے اُنہوں نے ایک پتھر اُن کے سر پر مارا تو اُس کے خون کا چھینٹا حضرت خالدؓ کے چہرے پر آیا۔ اُنہوں نے اِس کے بارے میں بُرے کلمات کہے۔ اِن کی بات جنابِ رسول اللہ ﷺ نے سنی تو اُنہیں برے کلمات کہنے سے منع فرمایا اَور فرمایا :

فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْتَابَھَا صَاحِبُ مَکْسٍ لَغُفِرَلَهٗ

(یہ روایت مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی ہے ج ۳ ص ۸۳۷)

''قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اِس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر (ظالم) مُحصِّل یہ توبہ کرتا تو قبول کرلی جاتی۔ (ظلم سے ٹیکس وصول کرنے میں بہت سے لوگوں کے حقوق اُس کے ذمہ ہوجاتے ہیں)۔''

(۱۴) مسند اَحمد میں اِسی قسم کا واقعہ ایک اَور صحابیہ کا حضرت اَبوبکرہ رضی اللہ عنہا وعنہم سے روایت فرمایا ہے۔ اُنہیں بھی رجم کیا گیا اُنہوں نے بھی اِسی طرح خود پر حد جاری کرنے کے لیے اِصرار کیا آپ خچر پر سوار تھے اُس کی لگام پکڑ لی اَور قسم دے کر گزارش کی۔ آپ نے اِرشاد فرمایا کہ پیدائش سے فراغت کے بعد آنا وہ پھر آئیں تو فرمایا کہ چلّہ پورا ہوجائے تب آنا آپ نے عورتوں کے ذریعہ معلومات کے بعد رجم کا حکم فرمایا۔ اُن کے لیے ایک ایسا گڑھا بنادیا گیا جس میں ناف کے اُوپر پستان تک کا حصہ چھپا رہے بے پردگی نہ ہو۔ جنابِ رسول اللہ ﷺ نے ایک چنے کے دانے کے برابر کنکر لی وہ ماری پھر آپ یہ فرما کر تشریف لے گئے کہ تم لوگ مارو اَور اِس کے چہرے پر ہرگز نہ مارنا، جب وہ سرد ہوگئیں تو غسل وکفن کے بعد آپ نے اُس کی نمازِ جنازہ بھی پڑھائی اَور فرمایا : لَوْ قُسِّمَ اَجْرُھَا بَیْنَ اَھْلِ الْحِجَازِ لَوَسِعَھُمْ اگر اِس کا ثواب اہل حجاز میں تقسیم کیا جاتا تو سب کو کافی ہوتا۔

حضرت اَبوبکرہؓ کی روایت میں ہے : اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ رَجَمَ امْرَأَةً فَحَفَرَ لَھَا اِلَی الثَّنْدُوَةِ جنابِ رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت کو رجم کیا تو اُس کے سینہ (پستانوں) تک گڑھا کھودا گیا۔

(۱۵) حضرت اَبوذر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے :

اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ رَجَمَ امْرَأَۃً فَاَمَرَنِیْ اَنْ اَحْفِرَ لَھَا فَحَفَرْتُ لَھَا اِلٰی سُرَّتِیْ

''جنابِ رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت کو رجم کیا تو مجھے حکم فرمایا کہ میں اُس کے لیے گڑھا کھودوں تو میں نے اپنی ناف تک آنے والا گڑھا کھودا۔''

(۱۶) حضرت اَبو ہریرہ اَور زید بن خالد الجہنی کی مذکوہ سابق روایت جس میں جنابِ رسول اللہ ﷺ نے مزدوری پر کام کرنے والے لڑکے کو کوڑے لگانے کا حکم فرمایا اَور عورت کے اِعتراف کر لینے پر اُسے رجم فرمایا۔

(۱۷) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت قَدْ جَعَلَ اللّٰہُ لَھُنَّ سَبِیْلًا.

(۱۸) حضرت سلمۃ بن المُحبق کی روایت جو اِسی مضمون کی ہے۔

عَنِ الشَّعْبِیِّ قَالَ اُتِیَ عَلِیٌّ بِزَانٍ مُّحْصِنٍ فَجَلَدَہٗ یَوْمَ الْخَمِیْسِ مِاَۃَ جَلْدَۃٍ ثُمَّ رَجَمَہٗ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ . فَقِیْلَ لَہٗ جَمَعْتَ عَلَیْہِ حَدَّیْنِ فَقَالَ جَلَدْتُّہٗ بِکِتَابِ اللّٰہِ وَرَجَمْتُہٗ بِسُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ .

''شعبیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے پاس ایک شادی شدہ زانی شخص کو لایا گیا آپ نے جمعرات کے دِن اُس کے سو کوڑے لگوائے پھر جمعہ کے دِن اُسے رجم کیا آپ سے کہا گیا کہ آپ نے اِس کے اُوپر دو حدیں جمع کر دیں۔ فرمایا میں نے اِس کے کوڑے تو کتاب اللہ میں حکم کی وجہ سے لگائے اَور رجم سنتِ رسول اللہ کے تحت کیا ہے۔''

(۱۹) حضرت اَبو برزہ رضی اللہ عنہ کی روایت کہ آپ نے ہم میں سے یعنی اَسلمی لوگوں میں سے حضرت ماعز کو رجم کیا۔

(۲۰) حضرت جابر رضی اللہ عنہ.... رَجَمَ (رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ) رَجُلًا مِّنْ اَسْلَمَ وَرَجُلًا مِّنَ الْیَھُوْدِ وَامْرَأَۃً . (رواہ اَبو بکر ابن ابی شیبہ نحوہ ص ۱۸۳)

''ایک اَسلمی شخص کو ایک یہودی مرد کو اَور ایک یہودی عورت کو جنابِ رسول اللہ ﷺ نے رجم کیا۔''

(۲۱) حضرت نعیم بن ہزال کی روایت حضرت ماعز کے بارے میں۔

(۲۲ تا ۳۴) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے بارے میں پانچ روایات اَور اِن ہی کے واقعہ کے بارے میں حضرت اَبوبکر صدیق، حضرت اَبوہریرہ، حضرت بریدہ اَسلمی، حضرت جابر بن عبداللہ کی اَور حضرت عبداللہ بن عباس کی متعدد روایتیں۔ حضرت نصر بن دھر اَسلمی، حضرت سہل بن سعد، حضرت اَبوسعید خدری کی روایت رضی اللہ عنہم۔

(۳۵) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فِیْ سَفَرٍ فَاَتَاہُ رَجُلٌ فَقَالَ اِنَّ الْاَخِرَ قَدْ زَنٰی فَاَعْرَضَ عَنْہُ ثُمَّ ثَلَّثَ ثُمَّ رَبَّعَ فَنَزَلَ النَّبِیُّ ﷺ وَقَالَ مَرَّۃً فَاَقَرَّ عِنْدَہٗ بِالزِّنَا فَرَدَّدَہٗ اَرْبَعًا ثُمَّ نَزَلَ فَاَمَرَنَا فَحَفَرْنَا لَہٗ حَفِیْرَۃً لَیْسَتْ بِالطَّوِیْلَۃِ فَرَجَمَ فَارْتَحَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ کَئِیْبًا حَزِیْنًا فَسِرْنَا حَتّٰی نَزَلَ مَنْزِلًا فَسُرِّیَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ لِیْ یَااَبَاذَرٍّ اَلَمْ تَرَ اِلٰی صَاحِبِکُمْ غُفِرَلَہٗ وَاُدْخِلَ الْجَنَّۃَ .(مسند احمد بن حنبلؒ،الفتح الربانی الجز ۱۶ من ص ۸۱ الی ۱۰۵)

''حضرت اَبوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم جنابِ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ ایک شخص نے آکر کہا کہ اِس تباہ حال نے زِنا کا اِرتکاب کیا ہے۔آپ نے اُس سے اِعراض فرمایا۔اُس نے (بار بار) تیسری دفعہ پھر چوتھی دفعہ یہی کہا تو آپ اُترے اَور ایک دفعہ (مزید وضاحت سے) فرمایا تھا کہ آپ ﷺ نے اُسے چار دفعہ لوٹایا تھا پھر بالآخر اُترے ہمیں حکم دیا ہم نے اُس کے لیے چھوٹا سا گڑھا کھودا جو لمبا نہ تھا۔آپ نے اُسے رجم کیا۔ (وہاں سے) جنابِ رسول اللہ ﷺ بے چین اَور غمگین روانہ ہوئے ہم چلتے رہے حتی کہ آپ ایک منزل پر اُترے (پڑاؤ ڈالا) تو جنابِ رسول اللہ ﷺ کی بے چینی اَور حزن کی کیفیت جاتی رہی۔آپ نے مجھ سے اِرشاد فرمایا اَے اَبوذر! کیا تمہیں پتہ نہیں کہ تمہارے اِس رجم شدہ ساتھی کو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا اَور اُسے جنت میں داخل فرمادیا ہے۔''

وَرَوٰی نَحْوَهٗ اَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ خَالِدِ الْاَحْمَرُ عَنْ حَجَّاجٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِکِ بْنِ الْمُغِیْرَةِ الطَّائِفِیِّ عَنِ ابْنِ شَدَّادٍ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ عَنْهُمْ .(کتاب الحدود من مصنّف لابن ابی شیبۃ ج ۳ ص ۸۳۲ النُسخة القلمیه)

اِسی طرح مصنف ابن اَبی شیبہ میں بھی ہے بِسَنَدِہٖ

نیز غامدیہ کی روایت ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۸۳۷ پر ہے۔

اَور دُوسری عورت کے قصہ میں اُنہوں نے روایت میں حسن بصریؒ کا یہ جملہ نقل کیا ہے فَتَطَهَّرَتْ وَلَبِسَتْ اَکْفَانَهَا. (ج ۳ ص ۸۳۷) اُس نے بدن خوب پاک کرلیا (غسل وغیرہ کرکے) اَور اپنے کفن کے کپڑے پہنے۔

ابن اَبی شیبہ رحمہ اللہ نے یہ سب روایتیں اپنی مصنف کی جلد سوم میں ص ۸۳۱ سے ص ۸۳۷ تک تحریر کی ہیں اُنہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ، جابر بن سمرہ، نصر، اَبوبکر، اَبوہریرہ، بریدہ اَسلمی، ابن عباس، اَبوسعید، ابن اَبی اَوفی اَور حضرت اَبوبرزہ اَسلمی رضی اللہ عنہم کی روایات بھی ج ۳ میں تحریر کی ہیں۔

فقہ حنبلی کی معروف ترین کتاب '' اَلْمُغْنِی ''کی کتاب الحدود میں ہے :

قَالَ اَبُو الْقَاسِمِ رَحِمَهُ اللّٰهُ اِذَا زَنٰی اَلْحُرُّ الْمُحْصِنُ اَوِالْحُرَّةُ الْمُحْصِنَةُ جُلِدَا وَ رُجِمَا حَتّٰی یَمُوْتَا فِیْ اِحْدَی الرِّوَایَتَیْنِ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَالرِّوَایَةُ الْاُخْرٰی یُرْجَمَانِ وَلَایُجْلَدَانِ لِکَلَامٍ فِیْ هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ فِیْ فُصُوْلٍ ثَلاثَةٍ اَحَدُهَا فِیْ وُجُوْبِ الرَّجْمِ عَلَی الزَّانِی الْمُحْصِنِ رَجُلًا اَوِ امْرَأَةً وَهٰذَا قَوْلُ عَامَةِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِیْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِّنْ عُلَمَاءِ الْاَمْصَارِ فِیْ جَمِیْعِ الْاَعْصَارِ وَلَانَعْلَمُ فِیْهِ مُخَالِفًا اِلَّاالْخَوَارِجَ .

(المغنی لا بن قدامه ج ۸ ص ۱۵۷)

'' اَبوالقاسم رحمہ اللہ نے فرمایا : جب کوئی آزاد محصن (شادی شدہ) مرد یا عورت زنا کریں تو اِمام اَحمد رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول یہ ہے کہ اُن کے کوڑے بھی لگائے جائیں گے

پھر حتی الموت رجم کیا جائے گا۔ دُوسرا قول یہ ہے کہ اُنہیں فقط رجم کیا جائے گا کوڑے نہیں لگائے جائیں گے۔ پھر اِس کی شرح کرتے ہوئے صاحب مغنی (ابن قدامہ) تحریر فرماتے ہیں کہ اِس بارے میں تین حصول میں کلام کیا جائے گا۔ ایک تو اِس بارے میں ہے کہ رجم زانی محصن پر مرد ہو یا عورت واجب ہوگا اَور یہ قول (فتوی اَور فیصلہ) بالاتفاق اہلِ علم کا رہا ہے صحابہ تابعین اَور اُن کے بعد تمام زمانوں میں تمام شہروں کے علماء کا اِس میں کسی نے بھی کبھی اِختلاف نہیں کیا سوائے (فرقہ باطلہ) خوارج کے۔''

(جاری ہے)

قسط : ۱۰

اَنفاسِ قدسیہ

قطبِ عالم شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنی ؒ کی خصوصیات

﴿ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب ؒ بجنوری ﴾
فاضل دارُالعلوم دیوبند و خلیفہ مجاز حضرت مدنی ؒ

✪ ✪ ✪

رُفقاءِ سفر کے ساتھ :

سفر اِنسان کے اَخلاق کے لیے کسوٹی ہے سفر سے جہاں اَور دُوسرے فوائد ہیں وہاں سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اِنسان کا اَخلاق نکھر کر سامنے آجاتا ہے اَور معلوم ہوجاتا ہے کہ کون کس معیار کا اِنسان ہے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حضور میں ایک صاحب نے دُوسرے کے لیے شہادت دی اَور عرض کیا کہ یہ نہایت پاکباز ہے تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا :

هَلْ صَحِبْتَهٗ فِی السَّفَرِ الَّذِیْ یَسْتَدِلُّ بِهٖ عَلٰی مَكَارِمِ اَخْلَاقِهٖ فَقَالَ لَا فَقَالَ مَا اَرَاکَ تَعْرِفُهٗ . (اَحیاء العلوم)

''کیا تم اِس کے ساتھ سفر میں رہے ہو کہ جس سے اِن کے مکارمِ اَخلاق پر اِستدلال کیا جاسکے چنانچہ اُنہوں نے عرض کیا کہ مجھے اِن کے ساتھ سفر کا اِتفاق نہیں ہوا۔ تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نہیں سمجھتا کہ تم نے اِس کو پہچانا ہے۔''

غرض کہ سفر سے لوگوں کے اَخلاق کی حقیقت معلوم ہوجاتی ہے کہ کون کتنے پانی میں ہے لہٰذا جن لوگوں کو حضرت ؒ کے ساتھ رفاقتِ سفر کی سعادت حاصل ہوئی ہے وہ جانتے ہیں کہ حضرت ؒ کا اَخلاق کتنا وسیع تھا۔ آج کل گو ذرائع سفر میں نہایت سہولت اَور فراخی ہوگئی ہے لیکن لوگوں کے اَخلاقوں میں بدستور تنگی موجود ہے اِس کا مظاہرہ ریلوے اسٹیشن پر گاڑی میں سوار ہوتے وقت بخوبی ہوسکتا ہے کہ ایک مسافر ڈبہ میں نہایت سہولت و آرام سے بیٹھا ہے لیکن باہر سے آنے والے مسافر کے لیے پسند نہیں کرتا کہ اُس کو جگہ مِل جائے۔

حضرتؒ کے ساتھ بار بار سفر کی سعادت حاصل ہوئی ہے، آپ کو کبھی نہیں دیکھا کہ مسافروں کی آمد سے کبیدہ خاطر ہوئے ہوں بلکہ نہایت خندہ پیشانی سے اپنے پاس جگہ دیتے اَور جب کھانے کا وقت آتا تو باصرار کھانے میں شریک کرتے ، یہ ہی نہیں بلکہ رفیقِ سفر کی ہر مشکل کو آسان کرنے اَور ہر ممکن خدمت کو اَنجام دینے کی سعی فرماتے تھے۔ ذیل میں ایک واقعہ پیش کرتا ہوں جس سے رفقاءِ سفر کے ساتھ آپ کا اَخلاقی معیار معلوم ہو جائے گا۔

''حضرت مولانا اَحمد علی صاحب لاہوریؒ سے روایت ہے کہ جب حضرت مولانا مدنیؒ حج سے تشریف لا رہے تھے تو ہم لوگ اسٹیشن لاہور پر زیارت کی غرض سے حاضر ہوئے حضرتؒ کے متوسلین میں صاحبزادہ محمد عارف ضلع جھنگ بھی موجود تھے جو دیو بند تک ساتھ گئے تھے اُن کا بیان ہے کہ ٹرین میں ایک ہندو جنٹلمین بھی موجود تھے جن کو ضرورتِ فراغت لاحق ہوئی وہ رفعِ حاجت کے لیے گئے اَور اُلٹے پاؤں بادلِ ناخواستہ واپس ہوئے۔ حضرت مولانا مدنیؒ سمجھ گئے فوراً چند سگریٹ کی ٹوٹی ہوئی ڈبیاں اَور پانی کا لوٹا لے کر اُس پاخانے میں گئے اَور پاخانہ دھو کر صاف کر دیا اَور پھر ہندو دوست سے فرمانے لگے جائیے پاخانہ بالکل صاف ہے شاید آپ کو رات کی وجہ سے صحیح اَندازہ نہ ہو سکا۔ نوجوان نے عرض کیا مولانا میں نے دیکھا ہے پاخانہ بالکل بھرا ہوا ہے قصہ مختصر وہ اُٹھا اَور جا کر دیکھا تو پاخانہ بالکل صاف تھا، نہایت متاثر ہوا۔'' (اَز مقدمہ مکتوبات شیخ الاسلامؒ)

اِس واقعہ کو حضور ﷺ کے یہودی مہمان والی حدیث کی روشنی میں ملاحظہ فرمایئے اَور غور کیجیے کہ حضرتؒ نے حضور ﷺ کے اَخلاقِ حسنہ کا کتنا بڑا نمونہ پیش کیا ہے۔ حضرتؒ کے اَخلاقِ حسنہ سے متاثر ہو کر مولانا نصر اللہ خاں عزیز (سابق ایڈیٹر مدینہ اَور موجودہ اَیڈیٹر ایشیاء لاہور) باوجود شدید اِختلاف کے فرماتے ہیں :

''(مولانا) ایک عظیم المرتبت عالم محدث اَور فقیہ ہونے کے باوجود ایک ایسے رفیقِ سفر ہیں جو خدمت لینے کے بجائے خدمت کرتے ہیں، ریل گاڑی کے سفر میں وہ شدید

سردی کے موسم میں بھی پہلے خود وضو کرتے ہیں اَور پھر اسٹیشنوں پر اُتر اُتر کر رفقاء کے لیے لوٹے میں پانی بھر بھر کر لاتے ہیں اَور اُن کے پاؤں دبا کر اُن کو بیدار کرنے اَور وضو کرنے کی ہدایت فرماتے ہیں۔ عام طور پر علماء اپنی یبوست مزاجی اَور غیر ضروری سنجیدگی کے لیے بدنام ہیں مگر عالم اِسلام کی یہ سب سے بڑی شخصیت ہر وقت مسکراتی رہتی ہے الخ۔'' (اَخبارِ شریعت حسین اَحمد نمبر: مرتبہ حافظ یوسف صاحب)

حالت ِسفر میں ریل گاڑی میں ہر قسم کا آدمی سوار ہوتا ہے چنانچہ آپ ہر مزاج اَور ہر قسم کے آدمی سے اُس کے مزاج کے مطابق گفتگو کرتے تھے کوئی آپ سے دُنیا کے بارے میں مثلاً تجارت، دُکانداری، کاشتکاری، غرض کہ ہر قسم کی بات چیت کرتا تو آپ بھی اُسی قسم کی بات چیت کرتے۔ بعض دفعہ تو میں نے خود ایسا دیکھا ہے کہ رفقاءِ سفر میں سے کسی نے ایسا سلسلہ گفتگو شروع کیا کہ اُن کو نہ شروع کرنا چاہیے تھا مگر آپ سب کچھ نہایت ہی خندہ پیشانی سے سنتے اَور نہایت مناسب جوابات عنایت فرماتے تھے۔ غرضیکہ آپ کی زندگی کا ہر گوشہ نہایت مکمل ہے جس گوشہ کو اُٹھا کر دیکھیے اَپنی نظیر آپ ہوگا۔

جان کر منجملۂ خاصانِ میخانہ اُنہیں
مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ اُنہیں

رُفقارِ کار کے ساتھ :

دارُ العلوم دیو بند اَور جمعیت آپؒ کے محبوب ترین اِدارے تھے اِن دونوں اِداروں کے کارکنان حضرتؒ کی رفاقت پر جتنا بھی فخر کریں کم ہے۔ اِن دونوں اِداروں کے کارکنان حضرتؒ کی وجہ سے مطمئن تھے تقسیمِ کار تو ضرور ہوتی تھی لیکن تکمیل کار حضرتؒ کے دم قدم سے تھی، جو کام بھی اِدارہ آپ کے سپرد کرتا اُس کی اَنجام دہی میں دن رات ایک کر دیتے تھے۔ چنانچہ جمعیت نے تحریکِ آزادی کے سلسلے میں متعدد تجویزیں منظور کیں اُن سب کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے والے آپؒ ہی ہوتے تھے۔ اگر خدام کبھی عرض کرتے حضرت کچھ آرام کر لیجیے یا اِس وقت غنڈوں کی طرف سے خطرہ ہے کہ کہیں آپ پر حملہ نہ کریں (متعدد بار آپ پر حملے ہوئے اَور قتل کرنے کی ناپاک کوششیں کی گئیں) لیکن یہی فرمادیتے تھے میں جمعیت کا اَدنیٰ خادم ہوں جمعیت نے جو کام میرے سپرد کیا ہے اُس کو اِنشاء اللہ ضرور پورا کروں گا چاہے جو کچھ ہو۔

کسی اِدارہ میں جب بہت سے آدمی کام کرنے والے ہوتے ہیں تو ایک دُوسرے پر کام کو ٹالنے لگتے ہیں اَور طرح طرح کے اَعذار پیش کرنے لگتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اچھی اچھی اسکیمیں فیل ہو جاتی ہے۔ اَوّل تو آپ نے کبھی ایسا موقع پیدا نہیں ہونے دیا اَور اگر کبھی ہو بھی گیا تو بڑھ کر آپ نے خود اُس کام کو پورا کر دیا۔ تقسیمِ ہند سے پیشتر ضلع گوڑ گاؤں میں جمعیت کا جلسہ تھا، حضرتؒ نے فرمایا کہ فلاں فلاں چلا جائے چنانچہ اُن لوگوں نے اپنے اپنے اَعذار بیان کر دیے تب حضرتؒ نے فرمایا کہ جب کوئی نہیں جاتا تو میں جاتا ہوں اَور دیکھوں کہ جلسہ کامیاب ہوتا ہے کہ نہیں۔ یہ دیکھ کر سب رُفقاء ساتھ ہو لیے اَور جلسہ نہایت شاندار طریقہ پر کامیاب ہوا۔ (اَز مولانا سلطان الحق صاحب)

۱۳۷۱ھ میں دارُالعلوم کی مجلسِ علمیہ نے طے کیا کہ مدرسین رات کو طلباء کے حجروں کا گشت کیا کریں اَور پتہ لگائیں کہ طلباء رات کو پڑھتے ہیں یا سو جاتے ہیں چنانچہ مدرسین کی جماعتیں بنادی گئیں۔ حضرتؒ بھی باوجودیکہ رات کو بارہ بجے تک درس دیتے تھے لیکن اَور مدرسین کی طرح گشت بھی کیا کرتے تھے چند دِن کے بعد تمام اَساتذہ نے عرض کیا حضرت آپ ضعیف ہیں آپ گشت نہ کیا کریں۔ آپ کی باری ہم لوگ کام کیا کریں گے چنانچہ بڑی مشکل سے اِس کو منظور کیا۔

اگرچہ آپ کے سپرد درس ہی کی خدمت تھی لیکن دارُالعلوم کے تمام شعبوں کا خیال رکھتے تھے اَور اَسفار سے ہزاروں روپیہ وصول کر کے دارُالعلوم کے لیے لاتے تھے لیکن آپ نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ میں دارُالعلوم کا اِتنا کام کرتا ہوں۔

علاوہ اَزیں عمر اَور فضل و کمال کے اعتبار سے آپؒ سب سے بڑے تھے لیکن بایں ہمہ آپ مہتمم صاحب کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ وہ ہمارے اَفسر ہیں اَور میں تو اُن کا اَدنیٰ درجے کا خادم ہوں۔ غرضیکہ ہر دو اِدارے آپ کے دم قدم سے تر و تازہ تھے گویا کہ آپ اُن دونوں اِداروں کی رُوحِ رواں تھے، ہر دو اِدارے اپنے اِس مردِ مجاہد کو تا بقا و قیام یاد رکھیں گے۔

دل ہمارے یادِ عہدِ رفتہ سے خالی نہیں
اپنے شاہوں کو یہ اُمت بھولنے والی نہیں

(جاری ہے)

قسط : ۲۷

تربیتِ اَولاد

﴿ اَز افادات : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ ﴾

زیرِنظر رسالہ ''تربیتِ اولاد'' حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے اِفادات کا مرتب مجموعہ ہے جس میں عقل و نقل اور تجربہ کی روشنی میں اَولاد کے ہونے ، نہ ہونے ، ہو کر مر جانے اور حالتِ حمل اور پیدائش سے لے کر زمانۂ بلوغ تک رُوحانی و جسمانی تعلیم و تربیت کے اِسلامی طریقے اَور شرعی احکام بتلائے گئے ہیں۔ پیدائش کے بعد پیش آنے والے معاملات ، عقیقہ ، ختنہ وغیرہ اُمور تفصیل کے ساتھ ذکر کیے گئے ہیں، مرد عورت کے لیے ماں باپ بننے سے پہلے اور اُس کے بعد اِس کا مطالعہ اَولاد کی صحیح رہنمائی کے لیے انشاء اللہ مفید ہوگا۔ اِس کے مطابق عمل کرنے سے اَولاد نہ صرف دُنیا میں آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگی بلکہ ذخیرۂ آخرت بھی ثابت ہوگی اِنشاء اللہ۔ اللہ پاک زائد سے زائد مسلمانوں کو اِس سے استفادہ کی توفیق نصیب فرمائے۔

﴿ حقوق کا بیان ﴾

اَولاد کے حقوق میں کوتاہی اَور اُس کا نتیجہ :

اَولاد کے بہت سے حقوق والدین کے ذمہ ہیں چنانچہ اَولاد کا ایک حق والدین کے ذمہ یہ بھی ہے کہ اُن کے اَخلاق کی اِصلاح کریں اُن کو دین کی تعلیم دیں۔ بعض لوگ اَولاد کو تعلیم نہیں دیتے۔ بعض لوگ بچوں سے اپنی داڑھی کھنچواتے ہیں اپنے کو گالیاں دِلواتے ہیں اَور کچھ نہیں کہتے بلکہ ناز و نعمت میں پالتے ہیں۔

اِس کا اَنجام یہ ہوتا ہے جو میں نے کانپور میں دیکھا کہ ایک نواب صاحب جامع مسجد کا پانی بھرا کرتے تھے (یعنی مزدوری کرتے تھے) سب لوگ اُن کو نواب کہتے تھے۔ میں نے شروع میں یہ سمجھا کہ نام ہی نواب ہوگا۔ پھر معلوم ہوا کہ یہ واقعی نواب تھے اِن کے پاس بڑی ریاست (جاگیر تھی) مگر عیاشی میں سب برباد کردی اَور اُس وقت اُن کی زندگی بہت تلخ (بدمزہ) تھی۔

جب بچپن میں اَولاد کے اَخلاق کی اِصلاح نہ ہو اَور تعلیم نہ دی جائے تو بڑے ہو کر جب اُس کے ہاتھ میں ریاست آئے گی تو اُس کا یہی اَنجام ہوگا جو اِن نواب صاحب کا ہوا۔ (الحدود والقیود۔ التبلیغ)

اَولاد خبیث اَور بدمعاش کیسے ہو جاتی ہے :

اَولاد کے زیادہ تر خبیث (بدمعاش) ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ اَولاد کو لاڈ پیار دُلار بہت کیا جاتا ہے۔ بچپن میں اُن کے اَخلاق خراب کردیے جاتے ہیں کہ چاہے وہ کسی کو گالی دے یا کسی کو مارے پیٹے، دُلار کی وجہ سے کوئی اُسے کچھ نہیں کہتا اَور کہنا سننا کیسا۔ بعض عورتیں تو اِس کی تمنا کرتی ہیں کہ ہمارے بچے گالی دینے کے قابل ہو جائیں چنانچہ ایک عورت نے منت مانی تھی کہ اگر میرے لڑکا ہو اَور وہ ماں کی گالی دے کر گھر میں آئے تو میں اللہ واسطے پانچ روپے کی مٹھائی تقسیم کروں گی۔ تو بھلا ایسی عورتیں اَولاد کو گالی دینے سے کیا خاک روکیں گی۔

(اسی طرح) بعض لوگ بچوں سے اپنی داڑھی کھنچواتے ہیں اپنے کو گالیاں دِلواتے ہیں اَور کچھ نہیں کہتے۔ ایسی اَولاد بڑی ہو کر اِن (ماں باپ) کو بھی گالیوں سے یاد کرتی ہے اَور بعض لڑکے تو ایسے جلاد ہوتے ہیں کہ بیوی کے مقابلے میں ماں کو لاٹھیوں سے مارتے ہیں (اُس وقت یہ ساری تمنائیں خاک ہو جاتی ہیں)۔ (اَسباب الغفلۃ ملحقہ دین ودُنیا)

بچوں کے اَخلاق اَور عادتیں کیسے خراب ہو جاتی ہیں :

ہمارے یہاں ایک اُستاد ہیں اُن کے متعلق سنا گیا ہے کہ وہ اپنے لڑکوں کو دُوسرے اُستاد کے یہاں بھیجتے ہیں کہ جا کر اُس کے مکتب کی چٹائیاں توڑ ڈالیں۔ بتلایئے جب بچپن ہی سے یہ حالت ہوگی تو بڑے ہو کر اِن کی کیا اِصلاح ہوگی۔ اکثر کہتے ہیں بچہ وہی ہے جو شوخ مزاج ہو حالانکہ شوخی دُوسری چیز ہے اَور شرارت دُوسری چیز ہے۔

اِنسان اپنے اَبنائے نوع (یعنی اپنے جیسے لوگوں) سے سبق لیتا ہے جو حالت دُوسرے کی دیکھتا ہے وہی خود اِختیار کرتا ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ بچہ اپنی عمر کو پہنچ کر (یعنی بڑا ہو کر) خود ہی سنبھل جائے گا یہ غلط ہے بلکہ بچہ جب بولنے پر بھی قادر نہیں ہوتا اُسی وقت سے اُس کے دماغ میں دُوسروں کی تمام حرکتیں ہوتی ہیں اَور وہ اُن سے متاثر ہوتا ہے۔ (ضرورۃ الاعتناء بالدین ملحقہ دین ودُنیا)

چوری کی عادت رفتہ رفتہ ہوتی ہے :

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ چور پر لعنت کرے کہ وہ ایک اَنڈا چراتا ہے اَور اِس پر اُس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔ اِس حدیث میں اشکال ہوتا ہے کہ ایک اَنڈا چرانے یا رسی چرانے سے ہاتھ کہاں کاٹا جاتا ہے۔ ہاتھ کاٹنے کا نصاب تو اِس سے زیادہ (دس درہم) ہے۔

میرے اُستاد فرماتے تھے کہ حضور ﷺ کے اِرشاد کا مطلب یہ کہ اِس (معمولی) سے معصیت کی عادت ہو جاتی ہے اَور بڑی مصیبتوں کا دروازہ کھلتا ہے۔ جو چور بدمعاش ہوتے ہیں وہ پہلے پیسہ پیسہ کی چوری شروع کرتے ہیں پھر جب وہ کھپ گیا (یعنی اِس کی عادت ہو گئی) تو آگے جرأت ہوئی پھر اَور آگے چلے یہاں تک کہ ایک روز اِس کی نوبت پہنچی تو ہاتھ کاٹ دیا گیا یعنی کسی زمانہ میں اَنڈا یا رسی چرائی تھی آج نوبت یہاں تک پہنچی کہ اِتنا مال چرایا جس پر ہاتھ کاٹنے کا حکم آیا، یہ مطلب ہے اِس حدیث کا۔ (التبلیغ۔ اَحکام المال)

آج کل کی تعلیم و تربیت کے برے نتائج :

آج کل لوگ اپنی اَولاد کی تربیت ایسی کرتے ہیں جیسا کہ قصائی گائے کی تربیت کیا کرتا ہے کہ اُس کو خوب کھلاتا پلاتا ہے حتی کے وہ خوب موٹی تازی ہو جاتی ہے لیکن اُس کا مقصد اَور اَنجام یہ ہوتا ہے کہ اُس کے گلے پر چھری پھیری جاتی ہے۔

اِسی طرح یہ لوگ اپنی اَولاد کو خود زیب و زینت اَور عیش میں پرورش کرتے ہیں اَور اَنجام اُس کا یہ ہوتا ہے کہ وہ جہنم کا لقمہ ہوتے ہیں اَور اُن کی بدولت مربی (تربیت کرنے والوں کی) بھی گردن ناپی جاتی ہے کیونکہ اِس عیش پرستی کی بدولت اَولاد کو نہ نماز کی خبر ہوتی ہے اَور نہ روزہ کی۔ کمبخت دن رات مارے مارے پھرتے ہیں نہ نماز کے نہ روزہ کے۔

ماں باپ خوش ہیں کہ ہم نماز کے بہت پابند ہیں حالانکہ اُن کو یہ خبر نہیں کہ قیامت میں وہ اَولاد کی وجہ سے اُن کے ساتھ جہنم میں جائیں گے۔ حدیث شریف میں ہے کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اَور اُس سے اُس کے ماتحتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ (طریق النجاۃ ص ۷۰۰ ملحقہ دین و دُنیا)

بدحالی کا تدارک اَور اِصلاح کا طریقہ :

بچوں کو شروع ہی سے اِس کا پابند کیجئے کہ مسجد میں جماعت سے نماز پڑھا کریں اِسی طرح بچوں میں بچپن ہی سے یہ بات پیدا کیجئے کہ اِن کو مسلمانوں سے اَجنبیت (دُوری) نہ ہو، اِن کو غریبوں سے میل جول رکھنے کی تعلیم دیجئے اِن سے ملنے میں دُنیاوی عزت بھی ہے اِن سے ملوگے تو وہ قدر کریں گے۔ اَور اَمیروں کے ساتھ اِختلاط میں کچھ عزت نہیں ہوتی کیونکہ اُمرء تو خود ہی اینٹھ مروڑ (یعنی تکبر) میں رہتے ہیں اِن کی نظر میں کسی کی وقعت نہیں ہوتی پس یہ مادّہ بچپن ہی سے پیدا کرو کہ غریبوں سے نفرت نہ ہو (اِن کی حقارت دِل میں نہ ہو) یہ باتیں بچپن سے پیدا ہوں گی بڑے ہونے کے بعد پھر ذرا دُشوار ہے۔

اِسی طرح بچوں کو اِس کی تاکید بھی کیجیے کہ خلافِ شرع لباس نہ پہنیں دُوسری قوموں کی وضع نہ اِختیار کریں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ غیر قوموں کے ساتھ تشبہ (یعنی اِن کی مشابہت کرنے اَور نقل اُتارنے) میں کیا حرج ہے کیا کافروں کے ساتھ مشابہ ہونے سے کافر ہو جائیں گے؟ میں اُن سے پوچھتا ہوں اگر کوئی مرد زَنانا لباس پہنے تو اُس کو کیا کہو گے۔ اگر تشبہ میں خرابی نہیں تو عورتوں کے ساتھ تشبہ کیوں نہیں کرتے؟ کچھ نہیں، بس دین کو اپنا تابع بنا رکھا ہے۔ (وعظ الحیٰوۃ ملحقہ حقیقتِ مال)

قارئین انوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ انوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ اِرسال کیا جا رہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ انوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی ادارہ سے وابستہ ہے اس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اِس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی اِرسال فرمادیں اور دیگر احباب کو بھی اس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اس سے ادارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (ادارہ)

قسط : ۴

حضرت اِمام حسن بن علی رضی اللہ عنہما

﴿ حضرت مولانا شاہ معین الدین صاحب ندویؒ ﴾

حُلیہ مبارک :

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی صورت وسیرت دونوں آنحضرت ﷺ سے مشابہ تھے خصوصًا صورت میں بالکل ہم شبیہ تھے۔

اَزدواج کی کثرت :

روایتوں میں ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے نہایت کثرت کے ساتھ شادیاں کیں اَور اُسی کثرت کے ساتھ طلاقیں دیں۔ طلاقوں کی کثرت کی وجہ سے لوگ آپ کو ''مِطْلَاق'' کہنے لگے تھے۔ بعض روایتوں سے آپ کی اَزواج کی تعداد نوے تک پہنچ جاتی ہے لیکن یہ روایتیں مبالغہ آمیز ہیں، اِس کی تردید اِس سے بھی ہوتی ہے کہ آپ کی کل دس اَولادیں تھیں اَور یہ تعداد شادیوں کے مقابلہ میں بہت کم ہے۔ اِس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شادیوں کی کثرت کی روایات مبالغہ سے خالی نہیں ہیں۔

تاہم اِس قدر مسلّم ہے کہ عام رواج سے زیادہ شادیاں کیں۔ اِس کثرتِ اَزدواج وطلاق کو دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں اِعلان کر دیا تھا کہ اِنہیں کوئی اپنی لڑکی نہ دے۔ لیکن عام مسلمانوں میں خانوادۂ نبوی ﷺ سے رشتہ پیدا کرنے کا شوق اِتنا غالب تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اِس مخالفت کا کوئی اَثر نہ ہوا اَور ایک ہمدانی نے برملا کہا کہ ہم ضرور لڑکی دیں گے۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ جو عورت اُنہیں پسند ہوگی اُسے رکھیں گے ورنہ طلاق دے دیں گے۔ (تاریخ الخلفاء سیوطی بحوالہ ابن سعد)

بیویوں سے برتاؤ :

لیکن جب تک کوئی عورت آپ کے حبالۂ عقد میں رہتی تھی اُس سے بڑی محبت اَور اُس کی بڑی

قدر اَفزائی فرماتے تھے چنانچہ جب ناگزیر اَسباب کی بنا پر کسی عورت سے قطع تعلق کرتے تھے تو آپ کے حسن و سلوک اَور محبت کی یاد برابر اُس کے دِل میں رہتی تھی۔ ایک مرتبہ ایک فرازی اَور ایک اَسدی عورت کو رجعی طلاق دی اَور اُن کی دِل دہی کے لیے دس دس ہزار نقد اَور ایک ایک مشکیزہ شہد بھیجا اَور غلام کو ہدایت کر دی کہ اِس کے جواب وہ جو کچھ کہیں اُس کو یاد رکھنا۔ فرازی عورت کو جب یہ خطیر رقم ملی تو اُس نے شکریہ کے ساتھ قبول کر لی اَور بَارَکَ اللّٰہُ فِیْہِ وَجَزَاہُ خَیْرًا کہا لیکن جب اَسدی عورت کو ملی تو یہ تحفہ دیکھ کر اُس کے دِل پر چوٹ لگی اَور بے اِختیار یہ حسرت بھرا فراقیہ مصرع زبان سے نکل گیا۔ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ مِّنْ حَبِیْبٍ مُّفَارِقٍ جدا ہونے والے دوست کے مقابلہ میں یہ متاع حقیر ہے۔ غلام نے آکر یہ واقعہ بیان کیا تو آپ نے اَسدی عورت سے رجعت کر لی۔ (ابن عساکر ج ۴ ص ۲۱۶)

اَولاد :

اِن بیویوں سے آٹھ لڑکے تھے۔ حسنؔ خولہ بنت منظور کے بطن سے۔ زیدؔ اُم بشیر بنت اَبو مسعود اَنصاری رضی اللہ عنہ کے بطن سے۔ اور عمرؔ، قاسمؔ، ابوبکرؔ، عبدالرحمنؔ، طلحہؔ اَور عبیداللہؔ مختلف بیویوں سے تھے۔ (یعقوبی ج ۲ ص ۲۷۰) ابن قتیبہ نے کل تعداد چھ لکھی ہے جن میں دو لڑکیاں بھی ہیں۔ اُم حسنؔ اور اُم اسحقؔ۔ (معارف ابن قتیبہ ص ۹۲)

ذریعہ معاش :

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ساری عمر نہایت فراغت بلکہ عیش کے ساتھ بسر کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب صحابہ کرامؓ کے وظائف مقرر کیے اَور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا پانچ ہزار ماہوار مقرر کیا تو آپ کے ساتھ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا بھی، جو اگرچہ اِس زُمرہ میں نہ آتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی قرابت کے لحاظ سے پانچ ہزار ماہوار مقرر فرمایا جو اِنہیں برابر ملتا رہا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی یہ وظائف برابر جاری رہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ خود ہی خلیفہ مقرر ہوئے آپ کی شہادت کے بعد اَمیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دست برادری کے وقت اَہواز کا پورا خراج اپنے لیے مخصوص کر لیا تھا اِس لیے شروع سے آخر تک آپؓ نے بڑی راحت و آرم کی زندگی بسر فرمائی۔

فضل وکمال :

آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی عمر آٹھ سال سے زیادہ نہ تھی، ظاہر ہے کہ اِتنی سی عمر میں براہِ راست فیضانِ نبوی سے زیادہ بہرہ یاب ہونے کا کیا موقع مل سکتا ہے تاہم آپ جس خانوادۂ کے چشم وچراغ تھے اَور جس باپ کے آغوش میں تربیت پائی تھی وہ علومِ مذہبی کا سرچشمہ اَور علم وعمل کا مجمع البحرین تھا۔ اِس لیے قدرۃً اِس آفتاب علم کے پرتو سے حسن رضی اللہ عنہ بھی مستنیر ہوئے چنانچہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد مدینہ میں جو جماعت علم واِفتاء کے منصب پر فائز تھی اُس میں ایک آپ کی ذاتِ گرامی بھی تھی اَلبتہ آپ کے فتاویٰ کی تعداد بہت کم ہے۔(اعلام الموقعین ج ۱ ص ۱۲)

حدیث :

آپ کی مرویات کی تعداد کل تیرہ ہے اَور اُن میں سے بھی زیادہ تر حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ اَور ہندؓ سے مروی ہیں۔(تہذیب الکمال ص ۸۷) آپ کے زُمرہ رواۃ میں حضرت عائشہ صدیقہؓ، حسنؓ بن حسنؓ، عبداللہؓ، اَبو جعفرؓ، جبیرؓ بن نفیر، عکرمہؓ، محمدؓ بن سیرین اَور سفیانؓ بن لیل وغیرہ قابل ذکر ہیں۔(تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۹۵)

خطابت :

مذہبی علوم کے علاوہ آپ کو اُس زمانہ کے مروجہ فنون میں بھی ورک تھا۔ خطابت اَور شاعری اُس زمانہ کے بڑے کمالات تھے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ عرب کے اَخطب الخطباء کے فرزند تھے۔ اِس لیے خطابت آپ کو ورثہ میں ملی تھی اَور آپ میں بچپن ہی سے خطابت کا مادّہ تھا۔ اُس زمانہ میں ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا کہ تم خطبہ دو میں اِس کو سنوں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا آپ کے سامنے خطبہ دیتے ہوئے حجاب معلوم ہوتا ہے۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ آڑ میں چلے گئے اَور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہوکر نہایت فصیح وبلیغ خطبہ دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سن کر فرمایا کیوں نہ ہو بیٹے میں باپ کا اَثر ہوتا ہی ہے۔(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۷) خطابت کا یہ کمال عمر کے ساتھ ساتھ اَور ترقی کرتا گیا اَور آپ کے خطبات فصاحت وبلاغت کے ساتھ اَخلاق وحکمت اَور پند وموعظت کا دفتر ہیں۔ حضرت

علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد آپ نے متعدد خطابت دیے ہیں۔ اُن میں سے ایک نمونہ نقل کیا جاتا ہے۔ اِس سے آپ کی خطابت کا پورا اَندازہ ہوگا۔

قال بعد حمد اللّٰہ عزوجل انا واللّٰہ ماثنانا عن اھل الشام شک ولاندم وانما کنا نقاتل اھل الشام بالسلامة والصبر،فسلبت السلامة بالعداوة والصبر بالجزعِ وکنتم فی منتد بکم الی صفین ودینکم امام ونیاکم فاصبحتم الیوم و دنیاکم امام دینکم الا وانا لکم کماکنا ولستم لنا کماکنتم الا وقدأ اصبحتم بین قتیلین قتیل بصفین بتکون له وقتیل بالنھروان تطلبون بثاره فاما الباقی فخاذل واما الباکی فثائر الا وان معاویة دعانا الی امرلیس فیه عز ولا نصفة فان ارد تم الموت رددناه علیه حاکمناه الی اللّٰہ عزوجل بظباء السیوف وان اردتم الحیاة قبلناه واخذنا لکم الرضا.

''حمد اِلٰہی کے بعد آپ نے یہ تقریر کی کہ ہم کسی شک وشبہ یا شرم وندامت کی وجہ سے شامیوں کے مقابل سے نہیں لوٹ آئے بلکہ اِس کا سبب یہ تھا کہ پہلے ہم شامیوں سے صاف دِلی اَور صبر کے ساتھ جنگ کرتے تھے لیکن اَب وہ حالت باقی نہیں رہی صاف دِلی کی جگہ عداوت نے اَور صبر وثبات کی جگہ بے چینی نے لے لی۔ صفین میں جب تم لوگ ہلائے گئے تھے تو تمہارا دین تمہاری دُنیا پر مقدم تھا اَور اَب حالت اِس کے برعکس ہے ہم اَب بھی تمہارے لیے ویسے ہی ہیں جیسے پہلے تھے۔ لیکن تم ہمارے لیے ویسے نہیں رہے جیسے پہلے تھے، ہاں اَب تمہارے سامنے دوقسم کے مقتول ہیں۔ ایک صفیّن کے مقتول جن کے لیے تم رو رہے ہو، دُوسرے نہروان کے مقتول جن کا تم بدلہ لینا چاہتے ہو لیکن رونے والا بدلہ پا گیا اَور باقی ناکام رہے گا، معاویہ ہمیں ایسے اَمر کی طرف بُلاتے ہیں جو عزت اَور اِنصاف دونوں کے خلاف ہے۔ پس اَب اِس کا فیصلہ تمہاری رائے پر ہے اگر تم موت چاہتے ہو تو ہم اُس کو معاویہ ہی کی طرف لوٹا دیں اَور تلواروں کی دھار

کے ذریعہ سے خدا سے اِس کا فیصلہ چاہیں اَور اگر تم زندگی چاہتے ہو تو ہم اِسے بھی منظور کریں اَور تمہارے لیے رضا حاصل کریں۔''

شاعری :

شعر و شاعری کا بھی آپ ستھرا مذاق رکھتے تھے اَور خود بھی کبھی کبھی شعر کہتے تھے لیکن جس میں مبالغہ اَور خرافات کے بجائے اَخلاقی اَور حکیمانہ خیالات ہوتے۔ ابن رشیق نے کتاب العمدہ میں آپ ایک شعر اِس واقعہ کے ساتھ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ آپ خضاب لگا کر باہر نکلے اَور اِرشاد فرمایا۔

نَسُوَدُّ اَعْلَاهَا وَتَابٰی اُصُوْلُهَا فَلَیْتَ الَّذِیْ یَسُوَدُّ مِنْهَا هُوَالْاَمَلُ

(کتاب العمدہ ص ۱۴)

حکیمانہ اَقوال :

اِن کے علاوہ تاریخوں میں بکثرت آپ کے حکیمانہ مقولے ملتے ہیں جن میں ہر مقولہ بجائے خود دفترِ نکات ہے اِن میں سے بعض مقولے یہاں پر نقل کیے جاتے ہیں۔

ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ زندگی بسر کرنے کے اِعتبار سے سب سے اچھی زندگی کون بسر کرتا ہے؟ فرمایا جو اپنی زندگی میں دُوسروں کو بھی شریک کرے۔ پھر پوچھا سب سے بری زندگی کس کی ہے؟ فرمایا جس کے ساتھ کوئی دُوسرا زندگی نہ بسر کر سکے۔

فرماتے تھے کہ ضرورت کا پورا نہ ہونا اِس سے کہیں بہتر ہے کہ اِس کے لیے کسی نااہل کی طرف رجوع کیا جائے۔

ایک شخص نے آپ سے کہا مجھ کو موت سے بہت ڈر معلوم ہوتا ہے۔ فرمایا: اِس لیے کہ تم نے اپنا مال پیچھے چھوڑ دیا اگر اُس کو آگے بھیج دیا ہوتا تو اُس تک پہنچنے کے لیے خوف زدہ ہونے کے بجائے مسرور ہوتے۔

فرماتے تھے کہ مکارمِ اَخلاق دس ہیں: زبان کی سچائی، جنگ کے وقت حملہ کی شدت، سائل کو دینا، حسنِ خلق، احسان کا بدلہ دینا، صلۂ رحمی، پڑوسی کی حفاظت و حمایت، حق دار کی حق شناسی، مہمان نوازی اَور اِن سب سے بڑھ کر شرم و حیاء۔

اَمیر معاویہ رضی اللہ عنہ اَکثر آپ سے اَخلاقی اصطلاحوں کی تشریح کراتے تھے اَور حکومت کے

بارے میں مشورہ لیا کرتے تھے۔ایک مرتبہ اُن سے کہا''ابو محمد! آج تک تو مجھ سے تین باتوں کا معنٰی کسی نے نہیں بتائے۔آپ نے فرمایا کونسی باتیں۔معاویہؓ نے فرمایا مروت، کرم اَور بہادری۔آپ نے جواب دیا ''مروت'' کہتے ہیں اِنسان کو اپنے مذہب کی اِصلاح کرنا، اپنے مال کی دیکھ بھال اَور نگرانی کرنا اَور اُسے برمحل صرف کرنا، سلام زیادہ کرنا لوگوں میں محبوبیت حاصل کرنا اَور ''کرم'' کہتے ہیں مانگنے سے پہلے دینا، اَحسان و سلوک کرنا، برمحل کھلانا پلانا۔''بہادری'' کہتے ہیں پڑوسی کی طرف سے مدافعت کرنا آڑے وقتوں میں اُس کی حمایت و اِمداد کرنا اَور مصیبت کے وقت صبر کرنا۔

اِسی طریقہ سے ایک مرتبہ اَمیر معاویہؓ نے اُن سے پوچھا کہ حکومت میں ہم پر کیا فرائض ہیں۔فرمایا جو سلیمان بن داؤد نے بتائے ہیں۔معاویہؓ نے کہا کیا بتائے ہیں۔فرمایا: اُنہوں نے اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ تم کو معلوم ہے بادشاہ پر ملک داری کے کیا فرائض ہیں جس سے اُس کو نقصان نہ پہنچے یعنی ظاہر و باطن میں خدا کا خوف کرے، غصہ اَور خوشی میں دونوں میں عدل و اِنصاف کرے، فقر اَور دولت مندی دونوں حالتوں میں میانہ روی قائم رکھے، زبردستی نہ کسی کا مال غصب کرے اَور نہ اُس کو بے جا صرف کرے، جب تک وہ اِن چیزوں پر عمل کرتا رہے گا اُس وقت تک اُس کو دُنیا میں کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔

اَخلاق و عادات :

''شبیہہ رسول'' حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا لقب تھا۔یہ مشابہت محض ظاہری اعضاء و جوارح تک محدود نہ تھی بلکہ آپؓ کی ذات باطنی اَور معنوی لحاظ سے بھی اُسوۂ نبوی ﷺ کا نمونہ تھی۔یوں تو آپ تمام مکارمِ اَخلاق کا پیکر مجسم تھے لیکن زہد و وَرع، دُنیاوی جاہ وحشم سے بے نیازی اَور بے تعلقی آپ کا ایسا خاص اَور اِمتیازی وصف تھا جس میں آپ کا کوئی حریف نہیں۔

اِستغناء و بے نیازی :

درحقیقت جس اِستغناء اَور بے نیازی کا ظہور آپ کی ذاتِ گرامی سے ہوا وہ نوعِ اِنسانی کے لیے ایک معجزہ ہے عموماً قصرِ سلطنت کی تعمیر اِنسانی خون سے ہوتی ہے لیکن حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ایک ملتی ہوئی عظیم الشان سلطنت کو محض چند اِنسانوں کے خون کی خاطر چھوڑ دیا غالبًا تاریخ ایسی مثالیں کم پیش کر سکتی ہے، اگر شیخین کے بعد کی اِسلامی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو اُس کا صفحہ صفحہ مسلمانوں کے خون سے رنگین نظر آئے گا اَور

اَبھی تک عرب کی زمین مسلمانوں کا خون چاہتی ہے لیکن یہ فخر صرف حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ذات کے لیے مقدر ہو چکا تھا کہ وہ سلطنت وحکومت کو ٹھکرا کر اُمت ِمسلمہ کو تباہی سے بچائیں اَور آنحضرت ﷺ کی اِس پیشنگوئی کو پورا فرمائیں : اِنَّ ابْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ یُصْلِحُ اللّٰہُ بِہٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ''میرا یہ لڑکا سیّد ہے اَور خدا اِس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گرہوں میں صلح کرائے گا۔'' یا اَلْخِلَافَۃُ بَعْدِیْ ثَلٰثُوْنَ میرے بعد خلافت تیس برس تک رہے گی۔ حساب سے یہ مدت ٹھیک حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی دست برداری کے وقت پوری ہوتی ہے۔ (جاری ہے)

وفیات

۲۳ ؍فروری کو جامعہ عربیہ مفتاح العلوم کے مہتمم فاضل دیوبند حضرت مولانا مفتی شمس الدین صاحب ۹۲ برس کی عمر پاکر حیدر آباد میں اِنتقال فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب رحمہ اللہ کی دینی خدمات کو قبول فرما کر اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اَور اُن کے پسماندگان کو اُن کے نقش ِقدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اَور صبر جمیل عطا فرمائے۔

۱۸ ؍مارچ کو نامور تاریخ دان جناب ڈاکٹر اَبوسلمان صاحب شاہ جہاں پوری کے صاحبزادے کراچی میں پیٹ کے عارضہ کی وجہ سے رحلت فرما گئے۔

۵ ؍مارچ کو جناب شیخ محمد عابد صاحب قریشی کراچی میں وفات پاگئے۔

۶ ؍مارچ کو جامعہ مدنیہ جدید کے مدرس مولانا اِسماعیل صاحب کے والد صاحب وفات پاگئے۔

۲۶ ؍فروری کو جامعہ مدنیہ جدید کے خادم منظر عباس کشمیری کی دادی صاحبہ وفات پاگئیں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ جامعہ مدنیہ جدید اَور خانقاہِ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے اَیصالِ ثواب کرایا گیا اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

قسط : ۳ ، آخری

دارُالعلوم کے مردِ دانا و دَرویش کی رِحلت

﴿ حضرت مولانا نور عالم خلیل صاحب اَمینی ، اِنڈیا ﴾

اُستاذ اَدب عربی و چیف اَیڈیٹر ''اَلداعی'' عربی ، دارُالعلوم دیوبند

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کم گو اَور خاموش مزاج تھے لیکن نہ صرف اُمتِ مسلمہ بلکہ عالمی مسائل پر اَخبار نویسوں ، نامہ نگاروں اَور ٹیلی وژن کے مختلف چینلوں کے نمائندوں کو (جو ملک کا سب سے بڑا اَور تاریخی اِسلامی اِدارہ ہونے کی وجہ سے دارُالعلوم کثرت سے آتے رہتے ہیں) بہت جچا تُلا اَور بصیرت مندانہ جواب دیتے تھے جس سے جہاں اُمتِ مسلمہ کے تئیں اُن کی دِل سوزی و فکر مندی کا اَندازہ ہوتا تھا وہیں عالمی حالات و واقعات سے اُن کی آگاہی اَور صحیح صورتِ حال کی اُن کی جانکاری کا بھی پتا چلتا تھا۔ وہ اَخبارات کا پابندی سے مطالعہ کرتے اَور ہندی مسلمانوں نیز عالم کے تمام مسلمانوں کے مسائل کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کرتے۔ یہ راقم جب اُن کی قیام گاہ پر حاضر ہوتا اَور صبح کا وقت ہوتا تو عموماً وہ اَخبار کے اَوراق کھولے دونوں ہاتھوں سے اُٹھائے محو مطالعہ ہوتے ، راقم سلام کرتا تو اَخبار ہاتھ سے ڈال دیتے اَور مختلف داخلی و خارجی اَور ملکی و عالمی بالخصوص اِسلامی مسائل اَور حالات پر تبادلہ خیال کرنے لگتے۔

عراق کے مرحوم صدر صدام حسین نے جب کویت پر حملہ کر کے اپنے لیے ، اپنے ملک کے لیے اَور عالمِ عربی کے لیے مسائل پیدا کر لیے اَور اَمریکہ کے عالمِ عربی میں در آنے اَور اپنے فوجی اَڈے ہمیشہ کے لیے قائم کر لینے اَور عراق کو تباہ و برباد کر دینے کے اپنے صہیونی صلیبی منصوبے کو بہ رُوئے کار لانے کا بظاہر سبب بن گئے تو اُن ہی دِنوں (جب اَمریکہ اپنی فوجیں خلیجِ عربی کے ملکوں میں اُتار چکا تھا اَور عراقی اَفواج پر کویت کو آزاد کرانے کے بہانے ہلّہ بولنے کو تھا) سوءِ اِتفاق کہ راقم کے پاؤں کے بائیں تلوے میں شدید زخم تھا اَور اُس کے لیے چلنا پھرنا دُشوار تھا ، حضرت مرحوم ایک روز ۱۱-۱۰ بجے صبح کو اکیلے اُس کی رہائش گاہ ''اَفریقی منزل قدیم'' تشریف لائے ، بمشکل چائے لی ، پھر اُس وقت کے عالمِ عربی کے نازک حالات پر تبادلہ خیال کرنے لگے ، فرمایا : مولانا ! اَب تو سارے ہندوستانی مسلمان صدام حسین کے ساتھ ہیں۔ حضرت

نے یہ جملہ اِس پس منظر میں اِرشاد فرمایا کہ حضرت کو معلوم تھا کہ یہ راقم کویت پر عراق کی چڑھائی اَور اُس پر اُس کے قبضہ کر لینے کا مخالف ہے اَور اُس کی یہ رائے ہے کہ اَمریکہ کویت کو عراق سے آزاد کرانے کے بہانے ہمیشہ کے لیے عالَمِ عربی میں اپنے پنجے گاڑ رہا ہے اَور یہ موقع چونکہ اپنی حماقت سے صدام حسین نے فراہم کیا ہے اِس لیے وہ کسی ہمدردی کے مستحق نہیں۔ ہندوستان کے عوام چونکہ حقیقتِ حال سے واقف نہیں اِس لیے وہ یہ سمجھ کر صدام حسین سے ہمدردی کا اِظہار کر رہے ہیں کہ صدام اکیلے اَور تن تنہا اَمریکہ کو للکار رہے ہیں اَور اِتنی بڑی طاقت سے ٹکرانے کے لیے تیار ہیں۔

راقم نے عرض کیا: حضرت! کیا آپ بھی اَب عوام سے متاثر ہو کر اپنی رائے بدل چکے ہیں اَور یہ سمجھنے لگے ہیں کہ صدام کا اَمریکہ کو للکارنا اَور اُس سے ٹکرانا اُن کے لیے یا اُمّتِ عربیہ اَور اُمتِ مسلمہ کے لیے کچھ بھی سودمند ہو سکتا ہے؟ صدام نے ایک غلطی تو کویت پر حملہ اَور قبضہ کرنے کی کی اَور اَب دُوسری غلطی اَمریکہ سے مقابلہ کرنے کی تیاری کے ذریعے کر رہے ہیں، گویا وہ نہ صرف اپنی قبر خود کھود رہے ہیں بلکہ عراق اَور عالَمِ عرب کے لیے بھی دیرپا اَور دُور رس تباہی کا سامان فراہم کر رہے ہیں۔

حضرتؒ کے چہرے بشرے سے لگا کہ وہ راقم کی بات سے شاید مطمئن ہو گئے ہیں لیکن زندگی کے اَکثر مواقع پر وہ زیرِ لب گہری مسکراہٹ پر اِکتفا کرتے تھے، اِس موقع پر بھی اُنھوں نے ایسا ہی کیا۔ راقم کے دِل نے کہا کہ وہ سچائیوں کی تہ تک تو پہنچ گئے ہیں لیکن حالات کا جبر اُنہیں لب کشائی کرنے نہیں دے رہا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ خاصے مردم شناس تھے۔ دارُالعلوم کے ویسے تو سارے اَساتذہ کا بڑا احترام کرتے تھے لیکن جن اَساتذہ کو وہ دارُالعلوم کے لیے دُور رس فوائد کا حامل اَور اپنے تجربے، اِستقرا اَور ذہنی مطالعے کی روشنی میں سچا خیر خواہ سمجھتے تھے، اُن کے ساتھ احترام و محبت کا خصوصی معاملہ کرتے تھے۔ اِس سلسلے میں اُن کے ذہن میں خانے بنے ہوئے تھے اَور اُن میں سے ہر ایک کو اُسی خانے میں رکھتے تھے جو اُنھوں نے اُس کے لیے متعین کیا ہوتا تھا اَور اُسی ''درجہ بندی'' کے اعتبار سے وہ اُن کے ساتھ حسنِ سلوک اَور شفقت کا معاملہ کرتے تھے۔ تیس سالہ اہتمام کے طویل دورانیے کے دوران اُنھیں بخوبی اَندازہ ہو گیا تھا کہ اُن میں سے کس کے ساتھ کس طرح کا معاملہ کرنا چاہیے۔ اِسی لیے اُن میں سے ہر ایک اَور عام اَساتذہ و ملازمین اُن سے میرے علم و مطالعے کے مطابق ہمیشہ خوش رہے یا کم اَز کم ناراضگی اَور دِل شکنی کا شکار نہ ہوئے۔

راقم بھی سمجھتا ہے کہ وہ پورے خلوص سے اُس کے متعلق بہت اچھی رائے رکھتے تھے، اِسی لیے اُس کے ساتھ بہت شفقت و محبت سے پیش آتے تھے۔ وہ بہت شرمندہ ہوتا تھا جب وہ آم کی سالانہ دعوت کے موقع پر شکر کی اُس کی بیماری کی وجہ سے اُس کی غیر حاضری کو نوٹ کرتے ہوئے اُس کی رہائش گاہ پر طرح طرح کے آموں کا ایک دو کارٹن ضرور بھیجواتے۔ اُس کے بعد جب بھی پہلی مرتبہ حاضر ہوتا فرماتے آپ نے کوئی آم چکھا کہ نہیں؟ اُن کی دِل جوئی کے لیے کہتا: حضرت فلاں تخمی آم ناچیز نے چوسا ہے بہت مزیدار تھا، یہ سن کر بہت خوش ہوتے۔ اِسی طرح پَرْوَل (ایک قسم کی ترکاری) کے موسم میں وقتاً فوقتاً اپنے ساتھ بہت سارا پَرْوَل لاتے اَور خاصی مقدار میں راقم کے پاس بھیجواتے کیونکہ حضرت کو معلوم تھا کہ اُس کو پرول بہت پسند ہے اَور اُس کے علاقہ بہار میں وہ کثرت سے ہوتا ہے اَور اہم ترین سبزیوں میں شمار ہوتا ہے۔ بجنور میں گنگا کے کنارے چونکہ کچھ اہلِ بنگال غیر مسلم آبسے ہیں اِس لیے اَب وہ اُس کی کھیتی کرنے لگے ہیں اَور وہاں وہ اپنے موسم میں بکثرت ملنے لگا ہے۔

بعض دفعہ ایسا ہوا کہ بعض مسائل میں راقم کو حضرتؒ سے شکایت ہوئی اَور اُس نے اُن سے اُس کا برملا اِظہار بھی کیا لیکن حضرتؒ کو اُس سے کبھی کوئی شکایت نہ ہوئی نہ حضرتؒ نے اِس کا اُس سے اِظہار کیا، نہ راقم سے کبھی اپنی کسی ناگواری کی طرف اِشارہ کیا، جب بھی مِلا وہ بہت اِنبساط و فرحت سے کُھل کے ملے اَور ایسا لگا کہ وہ راقم کی آمد کے اِنتظار میں تھے۔ اللہ اُنھیں بہت نوازے اَور کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اَور اُن کے اِخلاص کی برکت سے دارُالعلوم کو ہر خرخشے سے محفوظ رکھے۔

راقم کو چونکہ اَکثر تلوے میں یا پاؤں کی کسی اُنگلی میں شکر کے مرض کی وجہ سے زخم رہا کرتا ہے اِس لیے جب بھی حضرتؒ سے مِلا، حضرتؒ نے ضرور معلوم کیا کہ آپ کا زخم اِس وقت مندمل ہے؟ اگر راقم عرض کرتا کہ زخم مندمل نہیں ہوسکا تو آہستہ آواز میں شفا کی دُعا دیتے اَور اگر عرض کرتا کہ الحمدللہ اِس وقت کوئی زخم نہیں ہے تو بہت خوش ہوتے۔

اُن کی کم گوئی کی خو کی وجہ سے یہ ضرور ہوا کہ بعض دفعہ بعض لوگوں کو یہ کہتے سُنا گیا کہ بڑے سے بڑا اَور اَچھے سے اَچھا کام کرلو لیکن مہتمم صاحب تعریف نہیں کرنے کے، وہ کبھی حوصلہ نہیں بڑھاتے نہ ''ماشاء اللہ'' یا ''واہ'' کا لفظ اَدا فرماتے ہیں، بس مہر بہ لب رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے راقم ہمیشہ یہ کہتا کہ آپ اُن کے

چہرے کو پڑھا کیجیے، وہ خوش ہوتے ہیں، تو اُن کا چہرہ دمک اُٹھتا ہے اَور خوشی کی لکیریں اُن کے چہرے پر نمایاں طور پر اُبھر آتی ہیں، اُن کی کم گوئی اُن کے لیے لب کشا ہونے سے مانع رہتی ہے۔ اِس کی دلیل یہ ہے کہ ڈانٹنے اَور جھڑکنے کی جگہ پر بھی وہ کسی کو ڈانٹتے ہیں نہ اُس سے سخت کلامی کرتے ہیں لیکن اچھے بُرے اِنسانوں کے ساتھ وہ الگ الگ معاملہ کرتے ہیں اَور وہ اِنسانوں اَور اُن کے کاموں کی بخوبی شناخت رکھتے ہیں۔ تیس سالہ دورِ اہتمام میں اُنھوں نے کسی سے سخت کلامی کی نہ کسی سے اُن کی بدزبانی کبھی ریکارڈ کی گئی۔ وہ طویل العمری اَور اِنتہائی پیرانہ سالی کے باوجود جھنجھلاتے بھی نہ تھے، ورنہ اُن سے کم عمر کے سن رسیدہ لوگ بھی عموماً ''بے صبرے'' ہو جاتے ہیں اَور اُن کا پیمانۂ صبر جلد جلد چھلکنے لگتا ہے۔ غصہ آنا، خفا ہو جانا، بات بات پر جھڑکنا اَور ڈانٹ ڈپٹ کرنا بوڑھے لوگوں کی شناخت ہی ہوتی ہے لیکن بہت بوڑھے اَور ساتھ ہی کمزور اَور بیمار ہونے کے باوجود حضرتؒ کی یہ خوبی رہی کہ وہ صحت مند اِنسانوں سے زیادہ متحمل مزاج رہے۔ ہر طرح کے اِنسانوں کو برداشت کرنے کی اُن کی ایسی خو میں نے بہت کم بڑوں میں دیکھی ہے اَور جن میں دیکھی ہے وہ بہت بڑے تھے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ بھی اُن ہی میں سے ایک تھے۔ وہ چھوٹے بڑے اَور اچھے بُرے ہر ایک سے اِس طرح پیش آتے تھے کہ اُس کو لگتا تھا کہ مہتمم صاحب اُسی کو زیادہ چاہتے ہیں، گویا اُن کا موقف یہ تھا :

چلو کہ ہنس کے گلے لگائیں کانٹوں کو
کہ صرف پھول ہی پروردۂ بہار نہیں

صبر و تحمل اُن کی زندگی کے بہت بڑے قدر کی حیثیت رکھتا تھا، کہنا چاہیے کہ زندگی کے اَکثر معرکے اُنھوں نے اِسی سے فتح کیے۔ بعض دفعہ بعض لوگوں نے اُن کے ساتھ سخت کلامی یا اُن کے خلاف سخت نگاری کی لیکن اُنھوں نے اُس کا جواب صبر و تحمل اَور سکوتِ محض سے دیا۔ بہت سے لوگوں کو اُن کی طرف سے اُن لوگوں پر سخت غصّہ آیا جنھوں نے اُن کے ساتھ ناروا رَویّہ اِختیار کیا اَور اُن کے ساتھ درشت گوئی کی یا درشت نگاری کی لیکن خود اُنھیں کچھ بھی نہیں آیا کیونکہ وہ اپنا اِنتقام لینے کے لیے مخلوق ہی نہ ہوئے تھے۔ وہ دیانتاً جو سمجھتے تھے وہی کرتے تھے، اپنا معاملہ اللہ سے درست رکھنے کی کوشش کرتے تھے، اِسی لیے دارُالعلوم کو اُن سے جو فیض پہنچا اُس کی اِبتدائے منزل میں کسی کو توقع نہ تھی اَور دُنیا سے اِس حال میں گئے کہ اَب لوگوں کو اَندیشہ ہے کہ اِکتسابات اَور فیضان کا یہ تسلسل باقی رہے گا کہ نہیں کیونکہ نفس کشی اَور ناپسندیدگی اَور مکروہات کا ایسا بلانوش

نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہوتا ہے :

منزل پہ مجھ کو دیکھ کے حیراں تو سب ہوئے
لیکن کسی نے پاؤں کے چھالے نہیں دیکھے

وہ دارُالعلوم کے معاملات میں بھی اِسی لیے بہ عجلت کوئی فیصلہ نہیں کرتے تھے کیونکہ عجلت پسندی، جذباتیت، سریع الانفعالی سے وہ نا آشنائے محض تھے۔ بہت خوشی اَور بہت غم کی وجہ سے بہت زیادہ مثبت اَور منفی طور پر متاثّر ہوجانا اَور اِس مثبت اَور منفی تاثّر کے نتیجے میں کوئی کام کرگزرنا اُن کے بس کی بات نہ تھی۔ وہ رائے، فکر اَور سوچ کو بھی اُسی طرح پکاتے تھے جس طرح دیر میں اَور بمشکل گلنے والی چیز کو تادیر اَور کئی زاویوں سے پکایا جاتا ہے۔ اِس کی وجہ سے بعض دفعہ وہ اُن باتوں کے لیے بھی بعجلت فیصلہ نہیں لے پاتے تھے جن کے حوالے سے لوگ یہ سمجھتے تھے کہ یہ معمولی چیزیں ہیں اَور اِنھیں تو مہتمم صاحب کو ضرور ہی کرلینا چاہیے۔ لوگوں کے نزدیک اُن باتوں میں دیر کرنے سے نقصان کا پہلو مُتصَوَّر رہتا تھا لیکن حضرتؒ کے نزدیک خسارے کا کوئی پہلو نہیں ہوتا تھا کیونکہ اُن کا اِیمان تھا کہ جو کام بھی بہت سوچ سمجھ کے کیا جائے اُس میں کسی نقصان کا کوئی اِحتمال نہیں ہوتا، سارا نقصان اُن کاموں میں ہوتا ہے جو بعجلت اَور بے سوچے کرلیا جاتا ہے۔

راقم کا خیال ہے کہ مہتمم صاحبؒ کی درازیِ عمر میں جہاں اُن کی نیکی خدا کی حکمت اَور دارُالعلوم کے لیے اُن سے تادیر کام لینے کی سعادت سے اُنھیں بہرہ ور کیے رہنے کی اُس کی مشیت کا دخل تھا، وہیں اُن کی یہ خوبی بھی ظاہری سبب کے درجے میں کارفرما رہی کہ وہ بڑے نازک سے نازک وقت میں بعجلت اَور بار بار متاثر ہونے کے مریض نہیں تھے۔ جہاں وہ بڑے دماغ کے اِنسان تھے وہیں وہ بڑے مضبوط اَعصاب کے آدمی بھی تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ اَگر وہ شروع سے ہی علم و تدریس کو اپنا مشغلہ بناتے تو شاید وہ بڑے دانشور و بصیرت مند و بصیرت اَفروز مدرس ہوتے اَور اُن کے علم و فکر کے نتائج بہت کارآمد اَور اُن سے اِستفادہ کرنے والے طلباء گہری سوچ، سنجیدہ رائے اَور دانش مندانہ غور و فکر کے حامل ہوتے اَور خود اُن کی خاموشی گویائی میں تبدیل ہوکر علم و فکر کے موتی رولنے میں مددگار رہوتی اَور اُمت اَور مِلّت کے لیے بڑے فائدے کا ضامن ہوتی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ بہت مہمان نواز تھے۔ مہمان نوازوں کا تناسب اِنسانی معاشرے میں بہت

زیادہ نہیں تو بہت کم بھی نہیں ہوتا لیکن اَصل چیز جو ایک مہمان نواز کو دُوسرے سے ممتاز کرتی ہے وہ مہمان نوازی کا سلیقہ اَور مہمان نوازی کی قدروں اَور آداب پر کاربند رہنے کی توفیق ہے۔ حضرت مہتمم صاحبؒ پرانے زمین دار تھے، شرافتِ نسبی کے بھی حامل تھے کہ وہ صدیقی النسب تھے، وہ خلقتاً حلیم وکریم و شریف تھے، سخاوت و کرم گستری اُنھیں موروثی طور پر حصّے میں ملی تھی، رکھ رکھاؤ اَور رَوایات وتہذیب کے آدمی تھے، سیر چشمی وکشادہ دِلی اَور فیاضی سے اُن کا خمیر اُٹھا تھا، عالی حوصلگی ہمیشہ اُن کے ہم رکاب رہتی تھی اَور میز بانی کے بنیادی تقاضوں کو پورا کرنے کے اَسباب بھی اللہ نے اُن کے لیے مُہیَّا کرر کھے تھے کہ مادّی وسائل کی بھی کمی نہ تھی (اللہ پاک اپنے فضل خاص سے اُن کے پسماندگان کے لیے بھی یہ وسائل اَفزودگی کے ساتھ باقی رکھے) پھر یہ کہ اُنھوں نے اپنے سلف کو میز بانی کے سارے آداب برتتے ہوئے دیکھا اَور سیکھا تھا اِس لیے وہ صحیح معنٰی میں مہمان نواز تھے۔ وہ دسترخوان پر بیٹھے سارے مہمانوں تک دسترخوان کے سارے مشمولات کے پہنچنے کو یقینی بناتے، ڈھکی ہوئی روٹیوں میں سے گرم گرم روٹیاں ہر ایک کی طرف اپنے ہاتھ سے بڑھاتے، ہر ایک کی پلیٹ میں ہر طرح کے سالن اپنے سے ڈالنے کی کوشش کرتے، مہمانوں کا کھانے کے دوران ''حوصلہ'' بڑھاتے کہ خود بھی آہستہ آہستہ آخر تک اُن کے ساتھ کچھ نہ کچھ لیتے رہتے اَور زبان سے بھی اَور ماکولات لینے کے لیے اُن پر زور ڈالتے۔ پھر یہ کہ ہر طرح کی چیزیں دسترخوان پر وافر مقدار میں ہوتیں جس سے مہمانوں کا ''حوصلہ'' کھانے کے لیے اَز خود مہمیز ہوتا، دسترخوان کا ماحول ایسا تشکیل دیتے کہ کسی مہمان کو کھانے میں تکلف ہوتا نہ شرمندگی ہوتی۔ بہت سے ''مہمان نواز'' دسترخوان پر ساری چیزیں چن کے مہمانوں کو دسترخوان پر بٹھادیتے ہیں اَور کھانے کے لیے ذرا بھی ترغیب وتشویق کا رَویہّ نہیں اَپناتے، جیسے اُن کا اَصلی مقصد کھانوں اَور برتنوں کی نمائش تھی جو ہو چکی، اَب مہمان کچھ لیں یا نہ لیں اُن کی بَلا سے۔

اُن کی مشہور آم کی سالانہ دعوت جس میں اَساتذہ واَعیانِ شہر اَور سرکاری اہلکاروں کی ایک تعداد بھی شرکت کرتی تھی، ہی اُن کی پہچان نہ تھی بلکہ اُن کی اَصل شناخت اُن کا وہ دسترخوانِ ضیافت تھا جو وقفے وقفے سے اُن کے دارُ العلوم والے کمرے میں اَور تقریباً ہمہ روز اُن کے گھر پر بچھا کرتا تھا۔

مہتمم صاحبؒ طلباء اَور عام وَاردین وزائرین سے جن کی دارُ العلوم میں کثرت رہتی ہے اَور جن میں عموماً ناخواندہ اَور بے سلیقہ لوگ ہی زیادہ ہوتے ہیں، بڑی شفقت اَور کھلے پن سے ملتے تھے۔ بعض دفعہ

تبلیغی جماعت کا کوئی بڑا وفد دفتر اہتمام میں آ گھستا کبھی کبھی اُس میں ۱۰۰۔۵۰ آدمی بھی ہوتے، ہر ایک اُن سے سلام و مصافحے کا خواہش مند ہوتا، مہتمم صاحبؒ بڑے تحمل اَور بردباری و خوش اَخلاقی سے ہر ایک کے سلام کا جواب دیتے اَور مصافحہ کرتے، اِسی طرح بعض دفعہ دارُالعلوم یا کسی اَور جگہ کے طلباء کا وفد اُن کے پاس اچانک آجاتا اَور ہر ایک سلام و مصافحہ کرتا اَور آپ ذرا بھی بُرا نہ مناتے، خواہ کتنے ہی ضروری کام میں لگے ہوں لیکن کسی سے بھی کام کے بیچ میں ہی خوش دِلی سے مل لیتے۔ طلباء دارُالعلوم میں سے کوئی بھی دفتر اہتمام میں براہِ راست اُن کے پاس آجاتا اَور اپنے کسی ضروری کاغذ پر دستخط کا خواہش مند ہوتا تو آپ کبھی بھی تنگدل نہ ہوتے۔ ایسے موقعوں پر کبھی یہ راقم ہوتا تو دِل ہی دِل میں کڑھتا کہ حضرت ہر ایک کو ہر وقت گوارا کر لیتے ہیں اِن کی جگہ اگر یہ راقم ہوتا تو اِس کے لیے اِس صورتِ حال کو گوارا کرنا مشکل ہوتا پھر اِس کو معاً خیال آتا کہ اِسی لیے اللہ تعالیٰ نے اِنھیں دارُالعلوم جیسے اِلہامی اِدارے کے منصبِ اِہتمام پر بٹھا رکھا ہے نہ کہ راقم جیسے زُود رنج کو۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ نے خوش حالی دی تھی لیکن دارُالعلوم کے تیس سالہ دورِ اہتمام میں اِس راقم نے اُنھیں ٹیپ ٹاپ کی زندگی گزارتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔ وہ چاہتے تو اچھے سے اچھا لباس اِختیار کر سکتے تھے لیکن اکثر بہت معمولی کپڑے زیبِ تن فرماتے، بعض دفعہ گرمی کے دِنوں میں اِس راقم نے اُن کے سفید کرتوں میں پیوند لگے ہوئے بھی دیکھے، اُن کے کرتوں کے کالر بعض دفعہ اِنتہائی بوسیدہ بلکہ لب کشا نظر آئے، سادہ سی دو پلی ٹوپی جو صالحینِ دارُالعلوم کا اِمتیاز رہا ہے اِستعمال فرماتے، رہائش گاہ میں بھی سادگی تھی، کھڑکیوں پر عام قسم کی بانس کی تیلیوں کی چق پڑی رہتی تھی، منتظمین کے اِصرار کے باوجود بھی اُن میں لوہے یا پلاسٹک کی جالیاں ڈلوانا پسند نہیں فرمایا۔ زمین پر بھی معمولی سا فرش اَور ایک پرانی قالین بچھی رہتی تھی، بڑے بڑے مہمانوں، علماء، قائدین اَور اَتقیا و صالحین کا اپنی اِسی معمولی رہائش گاہ میں اِستقبال کیا اَور اُنھیں کبھی کسی خفت کا اِحساس نہ ہوا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ دارُالعلوم کے اُن کے اَساتذہ و مشائخ اِس سے بھی معمولی اَور سادہ زندگی گزارتے تھے۔ اِس سچائی کو جانتے تو ہم سبھی لوگ ہیں لیکن ہم میں سے کتنے ہیں جو کشادگی، خوش حالی و فارغ البالی اَور مادی وسائل کی فراوانی کے باوجود عملی طور پر اُن کی سیرت پر گامزن ہونے کی سعادت سے بہرہ ور ہو پاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اُنھوں نے دارُالعلوم کے اُس عالی مقام منصب

کے معیار پر اُترنے کی نہ صرف کوشش کی بلکہ اِس حد تک اُترے کہ اَب ہر ایک کی زبان پر ہے :

کون ہوتا ہے حریفِ مے مرد اَفگنِ عشق
ہے لبِ ساقی پہ مکرر یہ صَلا میرے بعد

حضرت رحمۃ اللہ علیہ ویسے تو کئی سال سے خاصے کمزور تھے، جب سے اُن کے کولھے کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی چہرے اَور پاؤں پر بھی اَکثر ورم رہتا تھا آنکھوں میں نزولِ آب کی بھی شکایت تھی لیکن اِس کے باوجود وہ دو ایک سال قبل تک بہت پابندی سے دفتر اہتمام میں صبح وشام کے مکمل دورانیوں میں تشریف لے جاتے اَور سارے ضروری کام اَنجام دیتے تھے۔ زیادہ کمزوری اَور معذوری کے بعد جب چلنا پھرنا دُشوار ہو گیا تھا، دارُالعلوم میں اپنے حجرے ہی میں تشریف رکھتے تھے اَور دارُالعلوم کے کام کے اَوقات میں سارے اہلکار اپنے اپنے ضروری کاغذات پر دستخط اَور منظوری وہیں جا کے حاصل کر لیتے تھے۔ عرصے سے حضرتؒ کا یہی معمول رہا۔ شعبان ۱۴۳۱ھ کی شوریٰ کے بعد اپنے دولت کدے بجنور تشریف لے گئے، وہاں پھر پھسل گئے اَور کولھے کی ہڈیوں میں پھر شدید تکلیف ہو گئی، چلنا پھرنا تو پہلے سے ہی مشکل تھا، اَب اُٹھنا بیٹھنا بھی دُشوار تھا، خادم کے سہارے اُٹھائے بٹھائے جاتے تھے، ہڈیوں کا مجموعہ بن گئے تھے۔ ۱۳؍ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ کو ۱۱ بجے صبح میں ہم چند اَساتذۂ دارُالعلوم اُن کی عیادت اَور زیارت کو پہنچے تو حضرتؒ کے صاحبزادے برادرِ مکرم مولانا اَنوار الرحمٰن صاحب قاسمی نے فرمایا: اچھا ہوا کہ آپ مہتمم صاحب سے ملنے آ گئے کل ہی کی بات ہے کہ اُنھوں نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ تم نے قربانی کے گوشت اُن سارے لوگوں میں تقسیم کیے کہ نہیں جن میں میں تقسیم کیا کرتا تھا پھر فرمایا: مولانا نور عالم صاحب اَور مفتی سعید صاحب یہاں آئے تھے کہ نہیں؟ میں نے عرض کیا: حضرت! یہ دونوں تو اَبھی تک نہیں آئے ہیں، شاید آنے والے ہوں۔ بھائی اَنوار صاحب سے یہ سن کر میرے دِل میں یہ خطرہ گزرا کہ شاید حضرت کا وقتِ آخر نہ آ پہنچا ہو کیونکہ موت سے پہلے عموماً آدمی اُن لوگوں کو یاد کرنے لگتا ہے جن سے کسی طرح کا خصوصی ربط وتعلق اُس کو رہتا ہے۔ راقم کی سعادت کی بات ہے کہ اُن کی موت سے صرف چند روز پہلے وہ اُن سے دُنیا کی اِس زندگی میں مل آیا۔

چہار شنبہ یکم محرم ۱۴۳۲ھ مطابق ۸؍دسمبر ۲۰۱۰ء کو خدا معلوم کیوں راقم کے دِل میں شدید تقاضا ہوا کہ شعبان ۱۴۳۱ھ کے بعد کئی ماہ سے دفترِ اہتمام نہیں جا سکا، آج ضرور جاؤں گا، دیکھیں وہاں حضرت مولانا

غلام رسول خاموش کارگزار مہتمم دارُالعلوم کی وفات کے بعد کیسا نقشہ ہے؟ دونوں نائب مہتمم: حضرت مولانا عبدالخالق صاحب مدراسی اَور صدیق مکرم مولانا عبدالخالق صاحب سنبھلی سے بھی ملاقات ہوجائے گی، بالخصوص آخرالذکر سے کہ وہ اَبھی چند روز قبل حج کے سفر سے واپس آئے تھے۔ دفتر اہتمام میں جھانک کے دیکھا تو وہاں توقع کے خلاف سنّاٹا تھا، پیش کار صاحب نے بتایا کہ آج دفتر تعلیمات میں مجلس تعلیمی کی میٹنگ ہے اِس لیے دونوں حضرات وہیں تشریف لے گئے ہیں۔ صبح کے دس بج رہے تھے پیش کار صاحب کی رائے ہوئی کہ آپ آدھا پون گھنٹہ رُک سکتے ہوں تو دفتر اہتمام میں تشریف رکھیں، ساڑھے دس بجے کے بعد یا تو یہ دونوں حضرات خود ہی تشریف لے آئیں گے یا میں اُنھیں آپ کی آمد کی اِطلاع دے دُوں گا تو بالضرور آجائیں گے کیونکہ اُس وقت تک میٹنگ ضرور ختم ہوجائے گی۔ میں اہتمام کے ہال میں دروازے کے پاس دائیں طرف بیٹھ گیا، نہ معلوم کیوں شدید تقاضا ہوا کہ بے کار بیٹھنے کی بجائے قرآن پاک کی زبانی تلاوت کروں۔ راقم نے پہلے سورۂ یٰسین شریف پڑھی اَور پھر اِنتہائی لگن سے کئی سو بار لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنتَ سُبۡحٰنَكَ اِنِّیۡ كُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِينَ کا وِرد کرتا رہا۔

اِتنے میں گیارہ بج گئے تو اُٹھا کہ پیش کار صاحب کو یہ کہہ کر چلا جاؤں کہ اِن دونوں حضرات سے راقم کا سلام کہہ دیجیے گا اَور بتا دیجیے گا کہ عرصے کے بعد ملاقات کو آیا تھا لیکن اِس سعادت سے محروم رہا کہ اِتنے میں مولانا عبدالخالق صاحب سنبھلی دفتر تعلیمات سے تیزی سے واپس آئے اَور بتایا کہ اَبھی اَبھی اِطلاع آئی ہے کہ ذرا پہلے حضرت مہتمم مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب کا اِنتقال ہوگیا ہے، وہ دُودھ لے رہے تھے کہ اُنھیں اُچھو آیا اَور اِسی دوران اُنھوں نے آخری سانس لی۔ اُنھوں نے کہا کہ بھائی اَنوار صاحب کی رائے جنازہ یہاں دارُالعلوم لانے کی ہورہی ہے لیکن بجنور میں اَعزاء اَور اہل شہر وہیں تدفین کے خواہش مند ہیں۔ بھائی اَنوار صاحب مولانا سیّد اَرشد صاحب مدنی سے (جو جنوبی اَفریقہ کے سفر پر ہیں) اَور بھائی محمود صاحب (مولانا محمود مدنی بن مولانا سیّد اَسعد صاحب مدنی) نیز اپنے بڑوں سے مشورہ کر رہے ہیں، بہ جلد یہ فیصلہ ہوجائے گا کہ تدفین کہاں ہو؟ ہم لوگ اِنا للہ پڑھتے ہوئے دفتر تعلیمات کی طرف چل پڑے کہ بہت سے اَساتذہ وہیں تھے، دِل نے کہا کہ شاید اِسی لیے اِس راقم کو خدائے کریم نے سورۂ یٰسین اَور آیتِ کریمہ پڑھنے کی طرف متوجہ کر دیا تھا کیونکہ وہی وفات کا وقت تھا۔ اَساتذہ کی بڑی تعداد کو شدہ شدہ وفات کی خبر مل گئی اَور

بہت سے دفتر تعلیمات میں جمع ہو کے ایک دُوسرے سے تعزیت کرنے لگے، بغیر اِعلان کے یہ رُوح فرسا خبر سارے دارُالعلوم میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی، بہت سے طلباء بجنور کو روانہ ہونے لگے۔ دارُالعلوم کا سارا ماحول غم و اَندوہ میں ڈوب گیا، ہر ایک کو ایسا لگا کہ وہ یتیم اَور بے سہارا ہو گیا ہے۔ دارُالعلوم کی فضا اُجڑی اُجڑی سی محسوس ہونے لگی۔ حضرت ؒ کو دارُالعلوم سے جو عشق تھا اُس کی خدمت کو عبادت کی طرح جس طرح اَنجام دیتے تھے، سارے اَساتذہ وطلباء وملازمین سے اُنھیں جو پیار تھا اُس کا کچھ اَندازہ آج ہو رہا تھا۔

بالآخر بھائی اَنوار صاحب نے بڑوں کے مشورے سے جنازہ دیوبند لانے کا فیصلہ کر لیا جو دارُالعلوم کے تمام اَساتذہ و ملازمین وطلباء کی خواہش کے عین مطابق تھا، دارُالعلوم میں مائیک سے بعجلت یہ اِعلان کئی بار دہرایا گیا کہ حضرت مہتمم صاحب مولانا مرغوب الرحمٰن ؒ کا اِنتقال ہو گیا ہے اَور شب میں ۹ بجے نمازِ جنازہ اِحاطہ مولسری میں اَدا کی جائے گی لیکن شدید بھیڑ کی وجہ سے نیز بعض علماء اَور اہلِ قرابت کے اِنتظار میں نمازِ جنازہ ۱۱ بجے شب میں اَدا کی جا سکی کیونکہ عصر کے بعد جنازہ بجنور سے روانہ ہوا اَور ۹ بجے شب میں دیوبند پہنچ سکا اِس لیے کہ راستے میں ہر جگہ علماء و اہلِ تعلق نے روک روک کے دیدار کرنے پر اِصرار کیا۔ تقریباً پچاس ہزار علماء وطلباء واہلِ شہر نے نمازِ جنازہ و تدفین میں شرکت کی۔ دارُالحدیث، دونوں طرف کی درسگاہیں، اِحاطہ مولسری، اِحاطہ باغ، اِحاطہ مطبخ، اِحاطہ دفاتر، صدر گیٹ کے آگے کا میدان صدسالہ بلڈنگ تک، دفتر تعلیمات کے سامنے کی چھت دفتر اہتمام تک کچھا کچھ بھری ہوئی تھی، اِس راقم نے اَور کئی اَساتذہ اَور ملازمین نے بالائی منزل پر دفتر اہتمام کی گیلری میں نماز جنازہ میں شرکت کی۔ ٹھیک ۱۲ بجے شب میں تدفین سے فراغت ہوئی۔

نمازِ جنازہ اَور تدفین میں اَساتذہ وطلباء کی محبت وعقیدت دیدنی تھی، ہر ایک ذوق وشوق اَور غم واَلم کے شدید جذبات سے مغلوب نظر آ رہا تھا۔ نمازِ جنازہ برادر مکرم مولانا اَنوار الرحمٰن صاحب قاسمی نے پڑھائی، اِس سے قبل بجنور شہر کی عیدگاہ میں بہت بڑے مجمع نے نمازِ جنازہ پڑھی جس کی اِمامت جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد کے مولانا مفتی شبیر احمد صاحب نے پڑھائی۔

صبح کو ۸ بجے دارُالعلوم کی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تعمیر کردہ پرشکوہ مسجدِ رشید کے کشادہ ہال میں دارُالعلوم کی طرف سے تعزیتی جلسہ ہوا، مسجد اپنی کشادگی کے باوجود مکمل طور پر بھری ہوئی تھی، اَساتذہ اَور کئی

اَرکانِ شوریٰ نے اپنے اپنے تاثرات کا اِظہار کیا۔ کئی اَساتذہ واَرکانِ شوریٰ اپنی تقریر کے دوران رو پڑے اَور اُن کی آواز شکستہ وغم آلود ہو جانے کی وجہ سے ناصاف ہوگئی۔ دُوسرے روز اہلِ شہر نے دارُالعلوم کے مدرسہ ثانویہ کے میدان میں ایک بڑا اجلسۂ تعزیت منعقد کیا، دیوبند کے دیگر سارے مکاتب ومدارس میں یہ سلسلہ کئی روز تک چلتا رہا۔ ملک وبیرون ملک کے مدارسِ اِسلامیہ میں ہر جگہ بالخصوص مغربی یوپی کے مدارس ومکاتب وجامعات میں بڑے بڑے تعزیتی جلسے ہوے، بعض فضلائے دارُالعلوم نے عین نمازِ جنازہ اَور تدفین کے وقت مکہ مکرمہ پہنچ کر عمرہ اَور طواف کیا، بعض فضلاء نے جنازہ قبر میں اُتارے جانے کے وقت ملتزم سے چمٹ کر حضرتؒ کی مغفرت کے لیے دُعا کی۔ ملک کے بہت سے مسلم وغیر مسلم قائدین واہلِ سیاست وحکومت بالخصوص مسلم جماعتوں اَور اِداروں کے ذمے داروں نے دارُالعلوم پہنچ کر دارُالعلوم کے موجودہ ذمے داروں سے تعزیت کی اَور اپنے اپنے رنج وغم کا اِظہار کیا جس کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

بٹا ہوا بدن، باوقار پیکر، دراز قد، بڑا سا سر، کشادہ پیشانی، گھنیریں بھویں، داڑھی کے بال کچھ کل گھنیرے، کھلتا ہوا گندمی رنگ، لمبی اَور اُونچی ناک، چہرے پر معصومیت، گفتگو میں نرمی اَور دھیما پن، برتاؤ میں تہذیب وشائستگی کی تراوش، درویشی، سادگی، سنجیدگی، بردباری، شرافت، رکھ رکھاؤ، عالمانہ متانت، رئیسانہ عظمت اَور نسبی برتری کی مورت، فکر وتدبر میں سمندر کی گہرائی، حسنِ اَخلاق میں صحرائے ناپیدا کنار کی وسعت، صبر اَور خاموشی کا پتلا، ستائش کی تمنّا سے خلقتاً بے نیاز اَور صلے کے پروا سے ناآشنائے محض، اِنتہائی بخالت اَور بے پناہ سخاوت کے تضاد کا عجیب وغریب مجموعہ، اپنے دسترخوان پر اپنے ذاتی مال کو مہمانوں پر اَور وقتِ ضرورت فقیروں یتیموں بیواؤں اَور بے سہاروں پر خرچ کرنے میں ''حاتم طائی'' اَور دارُالعلوم کے ملی مال کے پیسے پیسے کو بٹور کر رکھنے اَور ایک ایک جبّے کو سوچ سمجھ کر خرچ کرنے اَور بادلِ ناخواستہ اُس کے صرف کی اِجازت دینے میں ''اَشعب'' سے زیادہ بخیل، یعنی اپنی ذات میں ایک انجمن، اپنے بعد اپنے جانشین کی تلاش کے لیے اپنے بعد والوں کو بہت زیادہ سرگرداں چھوڑ جانے والا مردِ بے بدل رَحِمَہُ اللّٰہُ وَجَعَلَ جَنَّۃَ الْفِرْدَوْسِ مَثْوَاہُ۔

یہاں پر ایک واقعے کا تذکرہ عبرت اَور دِلچسپی سے خالی نہ ہوگا: کئی سال پہلے (یعنی سہ شنبہ چہارشنبہ: ۱۱-۱۲/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ مطابق ۲۳-۲۴/ جولائی ۲۰۰۲ء کی شب میں مغرب کی نماز کے بعد تقریباً

سواسات بجے) کی بات ہے کہ دارُالعلوم کے ایک طالب علم کے ساتھ کسی وجہ سے چند شہریوں نے زدّوکوب کا معاملہ کیا، دارُالعلوم کے طلباء کی ایک تعداد نو جوانی کے جوش سے مغلوب ہوگئی اَور اُن سے دارُالعلوم کے چوراہے کی چند دُکانوں کو ذرا بہت نقصان پہنچ گیا، متعلقہ شہریوں کو بہت تکلیف ہوئی اَور اُنھوں نے حضرتؒ سے بڑھا چڑھا کے اِس معاملے کی شکایت کی، حضرتؒ نے فرمایا کہ آپ تحریری طور پر لکھ کے دیجیے کہ آپ لوگوں کا واقعتاً کتنا اَور کیا کیا نقصان ہوا ہے؟ اُنھوں نے مبالغے کے ساتھ نقصانات کا اَندازہ تحریراً پیش کیا تو حضرتؒ نے فرمایا: دیکھیے دارُالعلوم کو قوم جو چندہ دیتی ہے وہ دارُالعلوم کے ضروری مفادات پر خرچ کرنے کے لیے دیتی ہے، یہ حقیر اُس کا اَمین ہے، اُس میں کوئی خیانت اُس کے لیے جائز نہیں اِس لیے میں دارُالعلوم کی رقم سے آپ کے نقصانات کی تلافی نہیں کرسکتا۔ آپ لوگ مہینے دو مہینے کا موقع دیجیے کہ میں اپنی زمین کا کوئی حصّہ مناسب قیمت پر فروخت کر کے آپ کے نقصانات کا معاوضہ اَدا کرسکوں، حضرتؒ کی بات سُن کے شہریوں کا وفد آبدیدہ ہوگیا اَور اُس نے حضرتؒ سے معافی کی درخواست کی کہ حضرت! ہم لوگوں سے شدید غلطی ہوئی کہ ہم نے آپ کو پریشان کیا اَور آپ کے لیے ذہنی اَذیت کا باعث بنے ہمیں کوئی معاوضہ نہیں چاہیے، دارُالعلوم جیسے آپ کا ہے ویسے ہی ہمارا بھی ہے۔

اُن کی وفات کے بعد بہت سے ہما شما قسم کے لوگوں نے اُن کے جانشین کی اپنے تئیں اپنی خواہش کے مطابق نشاندہی شروع کردی ہے اَور اِس سلسلے میں اَخبارات میں بیان بازی بھی کررکھی ہے تاکہ اَرکانِ شوریٰ کو اِنتشار میں مبتلا کیا جاسکے۔ حالانکہ اِس مسئلے میں کسی ہما شما کو رائے زنی کی کوئی ضرورت تھی نہ ہے، یہ کام دارُالعلوم کی مجلسِ شوریٰ کے اہلِ خرد پاسبانانِ مفادِ دارُالعلوم کا ہے کہ وہ باہمی رائے مشورے سے جس شخصیت کو دارُالعلوم کے اِس عظیم منصب کے لیے موزوں سمجھیں اُس کو اِس کے لیے منتخب کریں۔ اِنشاء اللہ خدائے کریم کی توفیق سے وہ اِتفاقِ رائے یا کثرتِ رائے سے جو بھی فیصلہ کریں گے وہ مِلّت کے لیے قابلِ قبول ہوگا۔ بقول اَکبر اِلٰہ آبادی ؎

لوگ کہتے ہیں بدلتا ہے زمانہ سب کو
مرد وہ ہیں جو زمانے کو بدل دیتے ہیں

✡ ✡ ✡

مولانا کی کارگاہِ سیاست

﴿ جناب محمد عرفان صاحب صدیقی، کالم نگار رَوزنامہ جنگ ﴾

مولانا فضل الرحمٰن کی سیاسی بصیرت، حکمت کاری اَور موسم شناسی کے بارے میں کچھ کہنا سورج کو چراغ دِکھانے کے مترادف ہے۔ وہ جو فارسی والے کہا کرتے ہیں کہ ''مشک آں اَست کہ خود ببوید، نہ کہ عطار بگوید'' کہ مشک وہی ہے جو اپنی خوشبو سے پہچانی جائے نہ کہ عطار کی چرب زبانی سے۔ تو مولانا پر یہ قول پوری طرح صادق آتا ہے کہ وہ عمر کے اعتبار سے اُبھی جوانوں میں ہیں۔ مولانا سمیع الحق تو اِنہیں اپنا شاگرد قرار دیتے ہیں لیکن مولانا فضل الرحمٰن اِس اعزاز سے اِنکاری ہیں۔ بہرحال ہمارے صف اَوّل کے بیشتر سیاستدان مولانا سے سینئر ہیں۔ اِس کے باوجود یہ بات پورے وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ مولانا کی سیاسی ہنر آرائی اپنے ہم عصروں سے کوسوں آگے ہے۔ چند صفات اَور خصوصیات ایسی ہیں جو مولانا کو دُوسرے سیاستدانوں سے بہت ممتاز بنا دیتی ہیں۔

پہلی اَور اہم ترین خصوصیت یہ ہے کہ مولانا سیاست کی زمینی حقیقتوں کے بہترین نباض ہیں۔ کرکٹ میں اُس کپتان کو بڑا باصلاحیت خیال کیا جاتا ہے جو کھیل شروع ہونے سے پہلے پچ کو پڑھنے کا سلیقہ رکھتا ہو۔ ایک نظر ڈالتے ہی وہ جان جاتا ہے کہ یہ پچ تیز کھیلے گی یا آہستہ، گیند اُٹھ کر آئے گی یا نیچے رہے گی، مڑے گی تو کس قدر، کس مرحلے پر اِس کی ٹوٹ پھوٹ شروع ہو جائے گی۔ پچ کے متوقع روّیے کی بنیاد پر وہ کھیل کی منصوبہ بندی کرتا ہے۔ بالکل اِسی طرح مولانا فضل الرحمٰن سیاسی پچ پڑھنے میں اَپنا ثانی نہیں رکھتے۔ اِنتخابات کی بساط بچھتے ہی وہ ایک مکمل زائچہ بنالیتے ہیں۔ نتائج سامنے آجائیں تو اُنہیں یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگتی کہ بارگاہِ اِقتدار کا نقشہ کار کیا ہوگا۔ پچ پڑھنے کے ساتھ ساتھ اُنہیں یہ اِضافی اِستعداد بھی ودیعت ہوئی ہے کہ وہ آنے والے موسم کے تیور بھی پہلے سے جان جاتے ہیں۔ اُنہیں خوب علم ہوتا ہے کہ کھیل کے کس موڑ پر یکایک آسمان بادلوں سے ڈھک جائے گا، کب بجلی کڑکنے لگے گی کب چھاجوں مینہ برسنے لگے گا اَور کب کھیل کے میدان کو تنبوؤں سے ڈھانپ کر میچ کے خاتمے کا اعلان کر دیا جائے گا۔ مولانا کا کمال یہ ہے کہ وہ پیر پگاڑا کی طرح

پھلجھڑیاں چھوڑنے کے بجائے سب کچھ اپنے کشادہ سینے میں سمیٹے رکھتے ہیں اَور پاس پڑوس والوں کو بھی خبر نہیں ہونے دیتے کہ کیا ہونے جارہا ہے۔

مولانا کا دُوسرا طرۂ اِمتیاز یہ ہے کہ وہ ہمیشہ نظریاتی اَور اَخلاقی سیاست کرتے ہیں۔ اِقتدار کے بجائے اِقدار کی سیاست۔ کچھ نقادِ مِن میخ نکالتے اَور اِلزام دَھرتے ہیں کہ مولانا اُصولوں یا نظریوں سے جڑے رہنے کے بجائے وقت کی لہر کا ساتھ دیتے اَور اِقتدار یا مفادات کی شاداب چراگاہوں کی طرف نکل جاتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ نقاد نااِنصافی سے کام لیتے ہیں۔ وہ اُصولوں اَور نظریوں کا نقشہ پہلے سے بنالیتے اَور پھر مولانا کی سیاست کو اُن کی کسوٹی پر پرکھنے لگتے ہیں۔ حالانکہ صورتِ حال مختلف ہے۔ حقیقت ِ اُولیٰ یہ ہے کہ مولانا کا ہر قول اَور ہر فعل خود بخود ایک اُصول اَور نظریے کا رُوپ اِختیار کر لیتا ہے جس طرح علامہ اِقبالؒ کی کارگاہِ فکر میں اَنجم ڈھلا کرتے تھے۔

اِسی طرح مولانا کی کارگاہِ سیاست میں اُصول ڈھلتے اَور نظریے تخلیق پاتے ہیں مثلاً اُصول یہ ہے کہ کسی آئین شکن ڈکٹیٹر کا کسی طور سہارا نہیں بننا چاہیے۔ لیکن جب مولانا پرویز مشرف کی مشکل آسان کرنے کے لیے سترہویں ترمیم جیسا کوئی کرشمہ اِیجاد کریں گے تو یہ اُصول خود بخود ساقط ہوجائے گا۔ تب ایک نیا اُصول جنم لے گا کہ جمہوریت کے تحفظ اَور وَردی اُتارنے کے موہوم سے وعدے کی بنیاد پر اَگر ڈکٹیٹر کے تمام مکروہ اِقدامات کی توثیق کردی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ خلاصہ اِس کا یہ ہے کہ مولانا کی سیاست کو مروجہ اُصولوں، نظریات، اَخلاقیات یا اِقدار کی میزان میں تولنے کے بجائے مولانا کے اَقوال واَفعال کو اَوّلیت دیتے ہوئے اُصولوں اَور نظریوں کو اُن کے آئینے میں دیکھنا چاہیے۔ جانچ پرکھ کا یہ پیمانہ اَپنانے والے ہر نقاد کو اَندازہ ہوجائے گا کہ وہ غلطی پر تھا۔

مولانا کے اِس کمال کا تعلق اُن کے ایک اَور ہنر سے ہے جو پاکستان کے کسی دُوسرے سیاستدان کو عنایت نہیں ہوا۔ میں حضرت کے اِس ہنر کا تذکرہ پہلے بھی کئی بار کر چکا ہوں۔ یہ ہے دلیل آفرینی اَور منطق آرائی کا ہنر۔ وہ اِس مہارت کے ساتھ سیاہ کو سفید اَور سفید کو سیاہ ثابت کر سکتے ہیں کہ اَچھے خاصے چشمِ بینا رکھنے والے بھی آنکھیں ملتے رہ جاتے ہیں۔ کبھی کبھی اُن کا یہ ہنر اِس درجہ کمال کو پہنچ جاتا ہے کہ وہ عمومی طور پر معیوب خیال کی جانے والی کسی بات کے حق میں بھی ایسے دلائل لاتے ہیں کہ وہ کارِ ثواب دکھائی دینے لگتی

ہے۔ میں متعدد بار مولانا کے سامنے اُن کے اِس ہنر کو خراجِ تحسین پیش کر چکا ہوں، وہ کسر نفسی سے کام لیتے ہوئے کبھی کوئی جملہ کس دیتے، کبھی صرف قہقہ لگا دیتے اَور کبھی اپنے بھاری ہاتھ سے کندھا تھپتھپا کر کہتے ہیں ''باز آجاؤ''۔ خاصا کالم مولانا کے ذکرِ لطیف کی نذر ہو گیا

لکھتے چٹھی لکھے گئے دفتر
شوق نے بات کیا بڑھائی ہے

میں آج صرف اُس عشائیہ کا ذکر کرنا چاہتا تھا جو مولانا نے ''اَپوزیشن جماعتوں'' کے قائدین کے اِعزاز میں دیا۔ ہر سیاسی مبصر تسلیم کرے گا کہ یہ پہلی بڑی اَور مثبت پیش رفت تھی۔ یہ مولانا کی شخصیت ہی کا اعجاز ہے کہ ایک دُوسرے سے دست و گریباں عناصر بھی اُن کی چھت تلے جمع ہو گئے۔ مجھے ماضی قریب میں ایسی کوئی سنجیدہ تقریب نہیں ملتی جس میں چوہدری شجاعت حسین، مشاہد حسین سیّد، چوہدری نثار علی خان اَور ڈاکٹر فاروق یکجا بیٹھے ہوں۔

ہمارے یہاں لڑائی اَور مار کٹائی کو سیاست کا جزوِلازم خیال کیا جاتا ہے۔ لڑتے لڑتے کچھ کی چونچیں گئیں اَور کچھ کی دُمیں۔ دست و گریباں رہنے کے اِس تماشے سے اہلِ سیاست کو کچھ مِلا نہ جمہوریت کو اَور نہ ہی وطنِ عزیز کو۔ لمبی لمبی آمریتیں سیاہ راتوں کی طرح مسلط ہوتیں اَور چمگادڑوں کی طرح رگِ گلو کا لہو پیتی رہیں۔

آج بھی صورتِ حال کچھ ایسی ہی ہے۔ پیپلز پارٹی ''مفاہمت کی سیاست'' کی دعویدار ہے لیکن اِس کی مفاہمت صرف شرکتِ اِقتدار تک محدود ہے۔ اِصلاحِ اَحوال کے لیے وہ کسی کا دَستِ تعاون تھامنے کے لیے تیار نہیں۔ معلوم نہیں مولانا فضل الرحمٰن کے اِس عشائیے کا مطلب و مقصود کیا ہے لیکن اُنہوں نے مستقبل کے سیاسی موسموں کے لیے اپنے آپ کو ایک محوری نکتے کے طور پر پیش کر دیا ہے۔ وزارتیں چھوڑ دینے کے باوجود مولانا کے صدر زَرداری سے اَچھے مراسم ہیں، دونوں کے درمیان رابطے بھی قائم ہیں۔

لہٰذا کسی کو یہ تاثر نہیں لینا چاہیے کہ وہ حکومت کے خلاف کوئی محاذ بنانے جا رہے ہیں۔ اَلبتہ سیّد زادہ ملتان کو ضرور چوکنا رہنا ہوگا۔ مولانا پہلے ہی نئے وزیر اعظم کا مطالبہ کر چکے ہیں۔ مسلم لیگ (ن) کے دس نکاتی اَیجنڈے پر مذاکرات کی بے ثمری آشکار ہونے کو تھی تو صدر زرداری نے خود ایک کل جماعتی گول میز کانفرنس

کا ڈول ڈالا تھا۔ بات آگے نہ بڑھ سکی۔ جنابِ صدر اِس پوزیشن میں نہیں کہ مسلم لیگ (ن) سمیت سب کو پورے اعتماد کے ساتھ اُن کی دعوت پر لبیک کہیں۔ مولانا فضل الرحمٰن ''اِجماعِ سیاست'' کے حوالے سے ایک کردار اَدا کر سکتے ہیں۔ مذاکرات کے ایک نئے سلسلے کی داغ بیل ڈال کر وہ پریشاں حال حکومت کو بھی کچھ ریلیف دے سکتے ہیں۔

مولانا نے اے این پی کو دعوت نہیں دی۔ اُن کا کہنا ہے کہ وہ شریکِ حکومت ہے لیکن وہ ایم کیوایم کو اَپوزیشن پارٹی خیال کرتے ہیں اَور ''ق'' لیگ کو بھی۔ کم اَزکم میں مولانا سے کوئی سوال پوچھنے یا نکتۂ اِعتراض اُٹھانے کی جسارت نہیں کر سکتا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اُصول اَور نظریہ وہی ہے جو مولانا کی کارگاہِ سیاست میں ڈھلے............. باقی سب کھیل تماشا ہے۔

۞ ۞ ۞

اعلانِ معذرت

تقریبًا دو سال پہلے کچھ عرصہ بیماریوں میں گزرا جس کی وجہ سے طبیعت میں کچھ تلخی اَور برداشت کی کمی پیدا ہوئی۔ اِس دَوران جن حضرات نے ٹیلیفون پر مسئلے پوچھے اُن میں سے بعض کو میری طبیعت کی تلخی کی شکایت ہوئی۔ میں اُن سب حضرات سے معذرت خواہ ہوں اُمید ہے کہ وہ مجھے معاف فرمائیں گے اَور میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کو بہت بہت اَجر سے نوازیں۔

اپنی ہمت وحوصلہ کے کم ہو جانے کی وجہ سے اَب میں اِس بات کو ترجیح دیتا ہوں کہ لوگ اپنے مسئلوں کے لیے براہِ راست دارُالافتاء والتحقیق جامع مسجد اَلہلال چوبرجی پارک لاہور سے رابطہ کیا کریں۔

عبدالواحد غفرلہٗ

دارُالافتاء جامعہ مدنیہ لاہور

دارُالافتاء والتحقیق چوبرجی پارک لاہور

اَذان کی عظمت وشان مَد کی دَرازی سے ہے

﴿ جناب قاری محمد تقی الاسلام صاحب دھلوی ﴾

اَلْحَمْدُ لِوَلِیِّہٖ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ لِنَبِیِّہٖ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَمَّابَعْدُ !

یہ حقیقت سورج سے زیادہ روشن ہے کہ دُنیا کی زبانوں میں جو عظمت وشان عربی زبان کی ہے وہ کسی اَور کی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی ﷺ کو دُنیائے عرب کے معظم ترین خاندان قریش میں مبعوث فرمایا اَور اَپنی آخری کتاب قرآن مجید کو بھی عربی زبان میں نازل فرمایا حتی کہ اہلِ جنت کی زبان بھی عربی ہوگی، سبحان اللہ۔

قرآنِ مجید اَور اَحادیث کا تمام تر ذخیرہ عربی زبان میں ہونے کی وجہ سے اَربابِ علم وفضل نے اِس مبارک زبان کی لطافت اَور شان وشوکت کو محفوظ کیا اَور اِس کے لیے بہت سے علوم وفنون کی داغ بیل ڈالی حتی کہ اِس کے صحیح تلفظ اَور حسنِ اَداء کی حفاظت کے لیے علمِ تجوید یعنی مخارج وصفات کی تحقیق کی اَور اِس فن کو شرعی کسوٹی بنا کر قانونی حیثیت دی اَور قرآنِ مجید کو تجوید کے ساتھ پڑھنے کو فرض قرار دیا اَور اُمت نے اِس پر اِجماع کیا۔ اَور اَن گنت صاحبِ فضل وکمال نے ہر طرف سے صرفِ نظر کر کے اِس کے سیکھنے سکھانے کو اپنا مقصدِ حیات بنایا اِور اِسی میں اپنی عمریں تمام کیں اَور آج بھی اُمت اِس علم وفن کی اَمین ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ .

ہر زبان کا ایک خاص اَندازِ تکلم ہے اَور عربی زبان کی لطافت تو مشہورِ زمانہ ہے اِس کے لوازمات میں غُنَّاتْ ومَدَّاتْ تک شامل ہیں اَور یہ چیزیں بھی صحیح سند سے ثابت ہیں۔ اگر چہ غنات ومدات کا معانی سے کوئی تعلق نہیں لیکن کلام میں عظمت ومبالغہ اَور حسنِ اَداء میں خوبیاں پیدا کرنے کے لیے ضروری ہیں اَور قرآنِ مجید کی کوئی اَداء بھی شریعت سے باہر نہیں۔ جو لوگ مدات کو غیر ضروری سمجھتے ہیں وہ تجوید اَور عربی زبان کی لطافت سے دُور ہیں اَور یہ حقیقت ہے کہ کوئی بھی علم وفن سیکھے بغیر مطالعہ سے نہیں آتا۔

سب ہی جانتے ہیں کہ اَذان کے کلمات عربی ہیں اِن کو عربی اَنداز میں پڑھنا ضروری ہے۔ عجمیوں

کی طرح بھونگے پن سے پڑھنا اَذان کی توہین ہے جبکہ اِس کی مشروعیت نصوص سے ثابت ہے۔

اَذان میں نداء کے ساتھ ساتھ عظمتِ باری تعالیٰ بھی ہے اَور اَعمال کی زوردار دعوت بھی۔ اِس عظمت و دعوت کو دُور تک پہنچانا اِس کا مقصد ہے اِسی لیے اَذان مسجد سے باہر اَور بلند جگہ پر پڑھنا سنت ہے اَور جب تک آواز بلند اَور زوردار نہ ہو تو اِس کی آواز دُور تک نہیں جاسکتی۔ مد کی درازی ہی سے اَذان میں جان پڑتی ہے۔

سببِ مد کی دو قسمیں ہیں : (۱) لفظی (۲) معنوی

پھر سبب لفظی والے مدات کی نو قسمیں ہیں اُن کی تفصیل تجوید و قراءت کی عام کتابوں میں ہے۔ حضرت مولانا اَشرف علی صاحب تھانویؒ نے بھی جمال القرآن میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔

اَور مد کے معنوی سبب دو ہیں: تعظیم اَور مبالغہ۔ ''مدِ تعظیمی'' صرف اِسم جلالہ (اللہ) میں ہوتا ہے جیسے نماز میں تکبیرات اَور اَذان میں اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَور نداء میں يَااَللّٰهُ اَور میدانِ جہاد میں نعرۂ تکبیر میں۔ اَور معنوی مد کی دُوسری قسم ''مدِّ مبالغہ'' ہے اَور یہ لانفی جنس میں ہوتا ہے جیسے لَارَيْبَ فِيْهِ . لَا شَرِيْكَ لَهٗ . لَاجَرَمَ وغیرہ اَور اَذانِ فجر کی اَلصَّلٰوةُ یعنی اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ۔ حرمین شریفین کی اَذان میں اِس کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ معنوی سبب کی دونوں قسمیں اِمام جزریؒ نے اَلنَّشْرُ اَور طَيِّبَةُ النَّشَرِ اَور تَقْرِيْبُ النَّشْرِ تینوں کتابوں میں بیان کی ہیں۔

قرآن مجید میں تو مد کی مقدار پانچ اَلف تک ہے۔ اَذان اَور نعرۂ تکبیر میں سات اَلف تک مد کرنا جائز ہے۔ (العطايا الوهبية)

جو لوگ اَذان میں درازیٔ مد کے مخالف ہیں وہ اُس کی رُوح سلب کر رہے ہیں۔ اَذان محض ذکر ہی نہیں ہے کہ اِخفاء اَفضل ہو یہ تو باری تعالیٰ کا اعلانِ شاہی ہے۔ اگر کوئی علاقہ اَذان کا تارک ہوجائے تو جہاد کرنے کا حکم ہے۔ شریعت میں اَذان کا بہت بڑا مقام ہے اَور یہ شعارِ اِسلام میں سے ہے۔

اَحناف نمازِ تراویح کی بیس رکعات ہونے پر حرمین شریفین کے تعامل کو بطورِ دلیل پیش کرتے ہیں۔ ایسے ہی اَذان میں مدات کی درازی کی عکاسی عہد نبوی ﷺ سے لے کر آج تک حرمین شرفین کی اَذانوں میں تسلسل اَور تواتر کے ساتھ پہنچ رہی ہے اَور تواتر کو تسلیم کرنا ضروریاتِ دین میں سے ہے۔ دین کا مدار

شخصیات پر نہیں قرآن وسنت اَور اِجماعِ اُمت پر ہے۔ بھلا پورے عالَم اِسلام کے مقابلہ میں چند حضرات کی ذاتی رائے کو بلا دلیل حجت بنالینا کہاں تک درست ہے؟ یہ کتنی روشن حدیث ہے کہ ''میری اُمت ضلالت پر جمع نہیں ہوگی۔'' (اَلْمُسْتَدْرَکُ عَلَی الصَّحِیْحَیْنِ ج ۱ ص ۲۰۰ تا ۲۰۲)

تلاوت واَذان میں عربی لہجوں کی مخالفت کرنے والے غور فرمائیں کہ فتح مکہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ اپنی اُونٹنی مبارک پر سورۃ الفتح کی تلاوت کرتے جارہے تھے۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ آپ کی تلاوت میں ترجیع ہورہی تھی۔ (کتاب فضائل القرآن باب الترجیع) یعنی لہجہ کی وجہ سے آواز میں نشیب وفراز کی کیفیت تھی ایسے ہی اَذان میں ترنم پیدا کرنا حرمین شریفین کی اَذانوں سے ثابت ہے اَور یہ فعل تعبدی ہے۔ یوں تو خوش آوازی کو سب ہی پسند کرتے ہیں مگر اَذان میں مدات کی درازی سے بعض طبعیتوں پر بلا وجہ بوجھ پڑتا ہے بلکہ بعض جگہ تو اِتنی جلدی کرتے ہیں کہ اَذان کا مثلہ بن جاتا ہے۔

ایک واقعہ ہے کہ حُجاج کا قافلہ پیدل جارہا تھا شام ہوئی تو ایک بستی کے باہر قیام کیا وہ بستی مجوسیوں کی تھی۔ ایک شخص اَذانِ فجر کے لیے تیار ہوا، سب نے اِس کو روکا مگر وہ بھی ضدی تھا ایسی اَذان دی مثلہ ہی کر دیا کچھ دیر بعد بستی سے ایک شخص آیا اُس کے ہاتھ میں کچھ تھا سب ڈر گئے کہ لو اَب ہماری خیر نہیں۔ اُس نے کہا اَذان کس نے دی؟ کوئی نہ بتائے اُس نے یقین دِلایا کہ ڈرو نہیں میں کچھ نہیں کہوں گا۔ اُس شخص نے اَذان دینے والے کو مٹھائی پیش کی کہ تو نے میری جوان بیٹی کو مسلمان ہونے سے بچالیا وہ شخص بستی کا سردار تھا اُس نے کہا میری جوان بیٹی اِسلام کی بڑی تعریفیں کرتی تھی وہ مسلمان ہونا چاہتی تھی ہم سب اُس سے بیزار تھے اُس نے اَذان سن کر کہا میں ایسے اِسلام کو نہیں مانتی کہ جس کی اَذان ایسی بدصورت ہے اِس خوشی میں مٹھائی پیش کررہا ہوں، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

محتاجِ دُعا : محمد تقی الاسلام دھلوی

خادم التجوید والقراءات جامعہ اَشرف المدارس کراچی

دینی مسائل

﴿ وقف کا بیان ﴾

وقف کیسے لازم اَور مکمل ہوتا ہے :

(۱) مسجد میں وقف اِس سے لازم ہوتا ہے کہ مسجد ہر اِعتبار سے مالک کی ملکیت سے نکل جائے اَور وقف کی اِجازت کے بعد اُس میں اَذان و اِقامت کے ساتھ باجماعت نماز پڑھی جائے اگرچہ ایک آدمی ہو جس نے اَذان کہی اَور اِمامت بھی اُس نے کرائی تھی لیکن کوئی اَور نہ آیا تو اُس کی تنہا اَدائیگی جماعت کی مثل ہوتی ہے۔

مسئلہ : مالک مسجد کو متولی کے سپرد کردے اِس سے بھی وقف مکمل ہو جاتا ہے اَور نماز کے بغیر بھی وہ مسجد ہو جائے گی۔

مسئلہ : غیر وقف شدہ مملوک دُکانیں ہوں اُن کے اُوپر مسجد بنائی جائے تو وہ شرعی اَور وقف مسجد نہ ہوگی۔

مسئلہ : اگر نیچے مسجد بنائے لیکن اُس کے اُوپر کی دُکانیں وغیرہ مملوک ہوں وقف نہ ہوں تو مسجد بھی وقف نہ ہوگی۔

(۲) مسجد کے علاوہ وقف میں صرف یہ کہنے سے کہ یہ جگہ وقف ہے وقف لازم ہو جاتا ہے۔

وقف کا حکم :

وقف مکمل اَور لازم ہونے کے بعد نہ تو مالک کی ملکیت باقی رہتی ہے نہ وہ کسی اَور کی ملکیت میں دیا جا سکتا ہے اَور نہ ہی عاریت اَور رہن کے طور پر کسی کو دیا جا سکتا ہے۔

متولی وقف کی معزولی :

مسئلہ : متولی وقف خواہ وہ خود وقف کرنے والا ہو یا اِس کے علاوہ ہو اگر اَمانت دار نہ رہے یا اِنتظام کرنے سے عاجز ہو یا اُس کا فاسق و فاجر ہونا واضح ہو جائے تو اُس کو معزول کر دیا جائے گا اگرچہ وقف

میں اُس کو معزول نہ کرنے کی شرط لگائی گئی ہو۔

مسئلہ : متولی اَگر وقف کو آباد نہ کرے یا کُل وقف کو یا اِس کے کچھ حصہ کو فروخت کردے یا جانتے بوجھتے اِس میں کوئی ناجائز تصرف کرے تو اُس کو معزول کیا جائے۔

مسئلہ : متولی کو کسی خیانت یا کوتاہی کی بناء پر معزول کیا گیا لیکن پھر اُس نے توبہ کر لی اَور اپنی اِصلاح کر لی تو اُس کو دوبارہ متولی بنایا جاسکتا ہے۔

اَراضی وقف کو اجارہ طویلہ پر دینا :

اَراضی وقف کو آباد کرنے اَور اُن سے معتدبہ فائدہ اُٹھانے کا کوئی ذریعہ اِس کے علاوہ نہ ہو کہ کرایہ دار یا مزارع کو بطورِ پٹہ دوامی دے دی جائیں اَور اُن کو حق قرار دیا جائے تو اُن زمینوں کو اِس طرز پر اجارہ پر دینا اَور ہمیشہ نسلاً بعد نسل اُن کا قبضہ تسلیم کر لینا اِن شرطوں سے جائز ہے۔

(۱) وہ اُس زمین کی اُجرت مثل ہمیشہ اَدا کرتے رہیں۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ اِبتدائے معاملہ میں طے شدہ لگان کو دائمی قرار نہ دیا جائے بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ اَگر اَراضی کی اُجرت کا رائج نرخ بڑھتا رہے تو کرایہ دار و مزارع کو رائج نرخ کے مطابق اُجرت و لگان دینا پڑے گا۔

تنبیہ : اَلبتہ اُجرت مثل میں زمین کی موجودہ حالت جو کاشتکار یا کرایہ دار کے عمل سے پیدا ہوئی ہے اُس کا اعتبار نہ ہوگا مثلاً زمین کو ہموار کر لیا گیا اَور کنویں وغیرہ سے پانی کا اِنتظام کر لیا یا اُفتادہ زمین پر مکان یا دُکان تعمیر کر لی گئی تو اِس حالت کا اعتبار اُجرت مثل میں نہ کیا جائے گا بلکہ زمین کی اَصلی حالت جس پر کاشتکار یا کرایہ دار کے حوالہ کی گئی تھی اُس کا اعتبار ہوگا مثلاً جس اُفتادہ زمین کا لگان معاملہ کے وقت سو روپے تھا اگر ویسی حالت وصنعت کی زمین کا کرایہ آج ڈیڑھ سو روپے ہوگیا تو کاشتکار و کرایہ دار کو اِس کی پابندی لازم ہوگی اَور سو کے بجائے ڈیڑھ سو روپے دینے ہوں گے۔

(۲) وہ زمین کو تین سال تک معطل نہ چھوڑیں۔

(۳) اِس میں وقف کا کوئی ضرر محسوس نہ کیا جائے مثلاً یہ کہ اجارہ پر لینے والا بد معاملہ شخص ہو یا مفلس شخص ہو یا اُس سے وقف پر ناجائز قبضہ وغلبہ کا اَندیشہ ہو۔ (جاری ہے)

اَخبارالجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

٣ / مارچ کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب مولانا غلام مصطفیٰ صاحب کی دعوت پر تحفظ ناموسِ ختمِ نبوت کے جلسہ میں شرکت کے لیے چونیاں تشریف لے گئے جہاں آپ نے علم کی اہمیت کے موضوع پر بیان فرمایا۔

٤ / مارچ کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب مولانا محمد مدنی صاحب کی دعوت پر ضلع اَوکاڑہ کی مسجد عثمانیہ میں نمازِ جمعہ پڑھانے کے لیے تشریف لے گئے۔

٩ / مارچ کو جامعہ مدنیہ جدید کے فاضل مولانا محمد فرحان خان صاحب کینیڈا سے جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے، تقریبًا دو ہفتہ جامعہ میں قیام کیا اَور ٢٦ / مارچ کو واپس تشریف لے گئے۔

مارچ کے وسط میں ساؤتھ اَفریقہ کے جناب محمد علی صاحب شمسی جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اَور دوپہر کا کھانا حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب کے ساتھ تناول فرمایا۔ جامعہ کی تعلیمی و تعمیری ترقی کو دیکھ کر خوشی و مسرت کا اِظہار کیا۔

٢٤ / مارچ کو جناب حافظ تنویر احمد صاحب شریفی جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اَور مہتمم جامعہ حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب سے ملاقات کی۔

ماہنامہ اَنوار مدینہ لاہور میں اِشتہار دے کر آپ اَپنے کاروبار کی تشہیر

اَور دینی اِدارہ کا تعاون ایک ساتھ کر سکتے ہیں!

نرخ نامہ

بیرون ٹائٹل مکمل صفحہ	2000		اَندرون رسالہ مکمل صفحہ	1000
اَندرون ٹائٹل مکمل صفحہ	1500		اَندرون رسالہ نصف صفحہ	500

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ

کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلبِ سڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اَور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اَور اپنے عزیز و اَقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اَندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اَور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

1۔ سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 35330310 - 42 - 92+ - 35330311 - 42 - 92+

2۔ سیّد محمود میاں ''بیت الحمد'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون نمبر : 37726702 - 42 - 92+ فیکس نمبر 37703662 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+ V فون نمبر : 36152120 - 42 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اکاؤنٹ نمبر 0-7915 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ (0954) لاہور (آن لائن)

مسجد حامد کا اکاؤنٹ نمبر 1-1046 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ (0954) لاہور (آن لائن)